عشرین لأبی حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

تالیف:

مفتی رشید احمد علوی

مزدوری والی حدیث - سے
معرکۃ استدلال

عشرین لأبی حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

امام اعظم ابو حنیفہ کی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بلا واسطہ
روایت کی گئی احادیث مبارکہ کا مستند مجموعہ

تالیف:
مفتی رشید احمد علوی



رحمان پلازہ مچھلی منڈی اردو بازار، لاہور فون : 042-7361339

ضابطہ

نام کتاب	عشرین لأبی حنیفہ
تالیف	مفتی رشید احمد علوی
ناشر	محمد ریاض درانی
کمپوزنگ	جمعیۃ کمپوزنگ سنٹر، وحدت روڈ لاہور
مطبع	اشتیاق اے مشتاق پریس لاہور
قیمت	-/45 روپے

باہتمام	محمد بلال درانی
قانونی مشیر	سید طارق ہمدانی (ایڈووکیٹ ہائی کورٹ)

فہرست

☆	عرضِ ناشر		۵
☆	پیش لفظ	مفتی رشید احمد علوی	۷
☆	مقدمہ	پروفیسر امجد علی شاکر	۱۱
	عشرین لابی حنیفة		
☆	حضرت انس بن مالکؓ سے مروی احادیث مبارکہ		۳۳
۱	اللہ تعالیٰ کے نزدیک اخلاص کا مقام		۳۴
۲	حصولِ علم کی فرضیت		۳۵
۳	اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص کے اثرات		۳۷
۴	خیر کی نشان دہی اور مظلوم کی مدد		۳۸
۵	مظلوم کی دادرسی کا اجر		۳۹
۶	سجدۂ سہو کا اصل مقام		۴۰
۷	سجدۂ سہو کے اصل مقام کی تحقیق		۴۰
۸	کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی فضیلت		۴۲
۹	حضرت ابو قحافہ رضی اللہ عنہ کا حلیہ مبارک		۴۲
☆	حضرت عبداللہ بن انیسؓ سے مروی احادیث		۴۳
۱۰	جنت کے دروازے پر سونے کی تحریر		۴۳
۱۱	محبت کی حقیقت		۴۵

☆	حضرت عبداللہ جزء الزبیدیؓ سے مروی احادیث	۴۷
۱۲	فضیلت فقہ اور ذوق علم	۴۷
۱۳	دین میں دانائی اور مظلوم کی مدد	۴۸
☆	واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ سے مروی احادیث	۵۱
۱۴	مسلمان بھائی کی برائی کرنے کا نتیجہ	۵۱
۱۵	شک کی حقیقت	۵۲
۱۶	فرائض کی اہمیت	۵۲
☆	عبداللہ بن اوفیٰؓ سے مروی احادیث	۵۵
۱۷	تعمیر مساجد کی فضیلت	۵۵
۱۸	نیکی اور بدی کی نشاندہی	۵۷
۱۹	نیک اور بد عمل کی نشاندہی	۵۷
☆	جابر بن عبداللہ انصاریؓ سے مروی احادیث	۵۹
۲۰	استغفار کا فائدہ	۶۰
۲۱	اطاعت اور فرمانبرداری کی حقیقت	۶۱
۲۲	ٹڈی دل کا حکم	۶۲
۲۳	ٹڈی دل کے احکامات	۶۳
۲۴	ٹڈی دل کی حلت اور حرمت	۶۳
☆	حضرت معقل ابن یسارؓ سے مروی حدیث مبارکہ	۶۵
۲۴	مومن اور منافق کی علامات	۶۶
	آخری کلمات	۶۹

عرضِ ناشر

ہم ایک مدت سے علمی کتابوں کی اشاعت کا فریضہ ادا کر رہے ہیں۔ ہم بفضل الٰہی قرآن مجید، سنتِ رسول اکرمِ واعظم اور حدیث وفقہ کے علاوہ دین و دانش کے بہت سے شعبوں پر عملی کتابوں کی اشاعت کا فریضہ ادا کر چکے ہیں۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کا کرم تھا۔ فللّٰہ الحمد

آج ہم ایک ایسی کتاب پیش کرنے کا شرف حاصل کر رہے ہیں کہ شکر سے ہمارا رواں رواں سرشار ہے۔ اس کا موضوع کئی حوالوں سے محترم اور مکرم ہے۔ کتاب رسول اکرمِ واعظم کی بیس احادیث کا مجموعہ ہے۔ یہ بیس احادیث حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے براہِ راست صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے سماعت فرمائیں۔ یہ مجموعہ احادیث صراط مستقیم کو روشن بھی کرتا ہے اور اس صراط مستقیم سے شبہات کے کانٹے بھی چن لیتا ہے۔ یہ مجموعہ یقین وایمان سے قلوب کو منور بھی کرتا ہے اور بدعقیدگی اور جہالت کے اندھیروں کے سائے بھی سمیٹ لیتا ہے۔

ہمارے ہاں کے متجددین کا معاملہ بھی عجیب ہے۔ ابتدائی صدیوں کے خرد پرستوں کو ان کے علم نے گمراہ کیا، ہماری صدی کے متجددین کو ان کی کم علمی نے۔ یہی وجہ ہے کہ ابتدائی صدیوں کے خرد پرست جنھیں معتزلہ کہا جاتا ہے، حدیث کے استناد اور رسول اکرم سے اس کے انتساب کو درست مانتے تھے، مگر ہمارے عہد کے خرد پرست علم سے محرومی کے سبب حدیث کے رسول اکرم سے انتساب میں شک کا اظہار کرتے اور کم عقلی سے دلائل فراہم کرتے ہیں۔ حضرت امام ابوحنیفہ کا یہ مجموعہ احادیث اس بات کا ثبوت ہے کہ حدیث کی روایت کس طرح متصل اور کس طرح مستند رہی ہے۔ ابتدائی صدیوں میں حدیث کی

روایت بھی ہوئی اور حفاظت بھی، یہ مجموعہ اس حدیث کے استناد کی ایک دلیل ہے، ایسی دلیل جسے برہان قاطع کہا جا سکے۔

ہمارے عہد میں ایک ایسا گروہ بھی ہے جس کی تاریخ ایک ڈیڑھ صدی سے شاید زیادہ نہیں۔ یہ گروہ اپنے نام کے سلسلے میں ہمیشہ اُلجھن کا شکار رہا ہے۔ اس لیے ہم اُس کا نام لینے سے گریز کرتے ہیں۔ ہمیں اس گروہ سے نہ پرخاش ہے، نہ ہی ہم فرقہ وارانہ ذوق اور مزاج رکھتے ہیں۔ مگر یہ حقیقت ہے کہ اس گروہ نے حضرت امام ابوحنیفہ کے علم حدیث کے متعلق افواہوں کو پر لگا رکھے ہیں۔ حضرت امام ابوحنیفہ کے علم حدیث کے متعلق وہ جھوٹ، جو کبھی تاریخ انسانی میں نہ بولے گئے تھے، ہمارے عہد میں مسلمہ حقائق بنا کر پیش کیے جا رہے ہیں۔ ہم اس طرح کی فرضی باتوں کی تردید کیوں کریں، مگر ہم پر یہ فرض تو عاید ہوتا ہے کہ ہم حقائق کو کھول کر سنائیں اور سچائی کی اشاعت میں اپنا فریضہ ادا کریں۔

زیرِ نظر کتاب ہمارے محترم مفتی رشید احمد علوی کی تحقیق ہے۔ اس میں سارے حوالے مستند اور معتبر ہیں۔ اس لیے کہ فاضل مؤلف کا علم راسخ بھی ہے، مستند بھی۔ ہم اس مستند اور مکرم کتاب کی اشاعت کا شرف حاصل کرتے ہوئے شکر کے جذبوں سے سرشار ہیں۔

ہمارے محترم پروفیسر امجد علی شاکر صاحبِ علم محقق ہیں۔ انھوں نے حضرت الامام کے متعلق ایک تحقیقی مضمون قلمبند کیا ہے، اُمید ہے یہ ہمارے قارئین کے ذوقِ علمی کی تسکین کا باعث ہوگا اور ان کے ساتھ ساتھ ہمارے لیے دنیا و آخرت کی بھلائیوں کا سبب ٹھہرے گا۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کوشش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور اس علمی کام کی اشاعت میں جن دوستوں نے حصہ لیا ہے سبھی کو دارین کی راحت عطا فرمائے۔

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم

والسلام

ریاض ورانی

پیش لفظ

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على رسوله محمد
واله واصحابه واتباعه اجمعين الى يوم الدين اما بعد

اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقبول ترین اور بلند ترین درجہ کے حامل وہ افراد تھے جو نبی علیہ السلام کی بابرکت صحبت سے مستفید ہوئے اور شرف صحابیت سے مشرف ہوئے۔ اس کے بعد ان لوگوں کا مرتبہ ہے جو صحابہ کرام سے ملاقات اور ان سے کسب علم وفیض کے طرۂ امتیاز سے ممتاز ہوئے اور اسی بات کی طرف نبی علیہ السلام نے اپنے ان الفاظ

''خير القرون قرني ثم الذين يلونهم''

''سب سے بہترین میرا زمانہ ہے اور اس کے بعد میرے بعد والا زمانہ ہے۔''

میں اشارہ فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے کروڑ ہا رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ پر جو خیر القرون میں تھے مگر قرب قیامت میں پیدا ہونے والے فتنوں سے بچاؤ کے لیے اپنی باطنی بصیرت سے ایسا مبارک طریقہ وضع فرما گئے جو عوام الناس کے لیے دین ودنیا کی حفاظت کا ایک منظم اور مکمل دستور العمل ہے اور ایسا کیوں نہ ہوتا جبکہ آپ کی آمد اور ولادت باسعادت کی بشارت خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے معلوم ہوتی ہے جس میں آپ نے فرمایا ''**سيكون رجل يقال له النعمان بن ثابت ويكنى بابى حنيفة يحيى دين الله تعالى وسنتى**'' (عنقریب ایک شخص پیدا ہوگا جس کا نام نعمانؒ بن ثابت اور کنیت ابوحنیفہ ہوگی جو اللہ تعالیٰ کے دین اور میری سنت کو زندہ کردے گا) (المناقب ۱۲) اور اسی بات کے پیش نظر حضرت امام جعفر الصادقؒ نے امام

صاحب کو دیکھتے ہی فرمایا ''کانی انظر الیک وانت تحیی سنة جدی صلی الله علیه وسلم بعد ما اندرست، وتکون مفزعاً لکل ملهوف، وغیاثاً لکل مهموم بک، یسلک المتحیرون اذا وقفوا، وتهدیهم الی واضح الطریق اذا تحیروا، فلک من الله العون والتوفیق، حتی یسلک الربانیون بک الطریق'' (میں آپ کے بارے میں ایسے محسوس کرتا ہوں کہ آپ ہی وہ شخصیت ہیں جو میرے نانا کی سنت کو معدوم ہو جانے کے بعد زندہ کرنے والے ہیں اور آپ ہر مظلوم کی داد رسی اور ہر پریشان حال کی غمگساری کرنے والے ہیں اور علمی موشگافیوں میں پھنس جانے والوں کی راہنمائی اور علم کے میدان حیرت میں پریشان لوگوں کو سیدھا راستہ دکھانے والے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو ایسی توفیق اور نصرت دی گئی ہے کہ اللہ والے بھی آپ کی وجہ سے راہ ہدایت حاصل کرتے رہیں گے)(المناقب ۲۰)

اور تمام دینی علوم کی تدوین اوّل امام اعظم کے ذریعے ہوئی اور آپ کی سب سے بڑی خصوصیت جو محدثین اور ائمہ اربعہ میں سے کسی اور کو حاصل نہیں ہے وہ یہ ہے کہ آپ نے براہِ راست صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کسب فیض کیا اور ان سے احادیث مبارکہ سنیں اور اپنے صحابہ کرام سے جو احادیث سماعت فرمائیں ان میں سے تیئیس احادیث مبارکہ کا یہ مجموعہ ہے جو مستند حوالہ جات کے ساتھ ہدیہ قارئین کیا جاتا ہے۔ اگر چہ امام صاحب سے ان روایت کو نقل کرنے والے راویوں کے کئی طرق ہے جس کے حوالہ جات دیے جارہے ہیں ضرورت پڑنے پر ان کی طرف مراجعت فرمائی جاسکتی ہے اور انہی طرق کے پیش نظر ملا علی القاری نے امام صاحب سے اربعین نقل کی ہے جو علمی دنیا کی نظروں سے اوجھل ہو چکی ہے۔ لہٰذا علم حدیث کے میدان میں پہلی کاوش ہے جس میں کسی امام کے ان احادیث کو جمع کیا گیا ہے جو براہِ راست صحابہ کرام سے روایت کرتے ہیں اور یہ اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

یہ مبارک مجموعہ اس اُمید کے ساتھ ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس خدمت

نبویہ کے وسیلہ جلیلہ سے دونوں جہانوں میں سعادت نصیب فرمائے اور اس نیک عمل کی اشاعت کرنے والوں، اس کو پھیلانے والوں اور اس کی ترویج واشاعت میں معاونت کرنے والوں اور ان کے والدین، زندوں اور مردوں کو تمام انبیاء اولیاء اور فقہائے اُمت کی شفاعت نصیب فرمائے اور نبی علیہ السلام کے قول

''نصر الله امرء اسمع منا شئ فبلغه''

اللہ تعالیٰ خوش وخرم رکھے اس شخص کو جو میری باتیں سنے اور اُن کی حفاظت کرے اور انہیں دوسروں تک پہنچائے) کا مصداق بنائے۔

مفتی رشید احمد علوی

مقدمہ

حضرت امام ابو حنیفہ بطور محدث

حامداً ومصلیاً وتسلیماً امام الآئمہ، سراج الفقہا، محدث ومفسر، متکلم ومفکر حضرت امام ابوحنیفہ کہ نام نامی واسم گرامی اُن کا نعمان بن ثابت تھا۔ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کا نسب نوشیروان بادشاہ سے ملتا ہے۔ آپ کے آباء آزاد اور حاکمانِ وقت تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مسند علم کی شاہی عطا کی اور دنیا کے بڑے حصے کو علم میں آپ کا عیال بنا دیا۔ آپ کا نسب بلند تھا، مقام علم اور مرتبہ فکر بلند تر بھی تھا اور ارجمند بھی۔ علم میں آپ عظمت کا مینار تھے۔ سچائی میں آپ خود حق کا معیار ٹھہرے تھے۔ آپ کے نسب کے متعلق تاریخ ابن خلکان وغیرہ میں خطیب بغدادی میں سے روایت ہے:

> ''ابن امام ابوحنیفہ کے پوتے اسماعیل نے کہا کہ میں اسماعیل بن حماد بن نعمان بن ثابت بن مرزبان فارس کے ابنائے احرار میں سے ہوں اور خدا کی قسم ہم پر کبھی رق واقع نہیں ہوئی۔ میرے دادا ابوحنیفہ ۸۰ ہجری میں پیدا ہوئے اور پردادا میرے یعنی ثابت صغر سنی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لائے گئے اور حضرت علی نے ان کے اور ان کی اولاد کے حق میں برکت کی دعا کی اور ہم اُمید کرتے ہیں کہ بتحقیق خدا تعالیٰ نے حضرت علی کی دعا ہمارے حق میں قبول کی۔''

(فقیر محمد جہلمی، حدائق الحنفیہ: صفحہ ۴۲)

حضرت امام ابوحنیفہ نے آخر صحابہ اور اوّل تابعین کا دور پایا۔ آپ کا زمانہ ۸۰ ہجری تا ۱۵۰ ہجری کا ہے۔ اس دور میں بہت سے صحابہ کے زندہ ہونے کا پتا چلتا ہے۔ حضرت انسؓ بن مالک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے سو سال بعد تک زندہ رہے۔ بعض اس پر ایک، بعض دو اور بعض تین سال کا اضافہ کرتے ہیں۔ آپ مدینہ طیبہ میں مقیم تھے اور مرجع خلائق تھے۔ صحابہ کرام کے آخری عہد کا تعین کرتے ہوئے مولانا مناظر احسن گیلانی لکھتے ہیں:

''اس پر سب کا اتفاق ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پیغمبر کی زندگی کے نمونوں کی قولاً وفعلاً کامل ایک صدی تک حضرت انس رضی اللہ عنہ اُمت میں اشاعت کرتے رہے۔ اسی طرح یہ بھی مانا گیا ہے کہ ہرماس بن زیاد صحابی رضی اللہ عنہ ایک سو بارہ سال تک اور محمود بن ربیع صحابی رضی اللہ عنہ ایک سو نو سال تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد زندہ رہے ہیں۔ چوتھے صحابی اس سلسلے کے حضرت ابو الطفیل رضی اللہ عنہ ہیں جن کا نام عامر بن واثلہ ہے۔ سمجھا جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یہ آخری صحابی ہیں جن پر صحابہ کا دور ختم ہوا۔'' (مناظر احسن گیلانی، تدوین حدیث، صفحہ: ۱۳۵)

مولانا مناظر احسن گیلانی کے دعوے کی تصدیق حافظ ابن حجر کی فتح الباری میں مروی اس روایت سے ہوتی ہے جو انھوں نے ایک ثقہ راوی جریر بن حازم سے نقل کی۔ جریر بن حازم نے یہ چشم دید شہادت بیان فرمائی:

كنت بمكة سنة عشر ومائة فرايت جنازةً فسالت عنها فقيل ابو الطفيل (ج ۷، صفحہ: ۱۱۰)

''میں ۱۱۰ھ میں مکہ معظمہ میں تھا، اسی زمانہ میں میں نے ایک جنازہ دیکھا، دریافت کیا یہ کن کا جنازہ ہے؟ مجھے بتایا گیا کہ ابوالطفیل

(صحابی) کا جنازہ ہے۔“

مولانا مناظر احسن گیلانی نے مذکورہ بالا چار صحابہ کے علاوہ تیس صحابہ کی فہرست پیش کی ہے جو ۸۰ھ تا ۱۰۰ھ کے درمیان زندہ سلامت تھے۔ ان میں سے بیشتر صحابہ کرام مدینہ اور کوفہ میں مقیم تھے۔ گویا یہ بات بالبداہت ثابت ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہ صحابہ کرام کے آخری زمانہ میں پیدا ہوئے اور تربیت پائی۔ یہ بات بھی شک وشبہ سے بالاتر ہے کہ صحابہ کرام مرجع خلائق تھے اور اُمت کے لیے مقتداو پیشوا کا مقام ومرتبہ رکھتے تھے۔ اس لیے یہ بات یقین سے کہی جاسکتی ہے کہ لوگ طلب علم لیے اُن کے حضور حاضر ہوئے، ان کی زیارت سے مشرف ہوتے اور ان سے علم میں استفادہ کرتے۔ حضرت امام ابوحنیفہ بھی طلب علم کے جذبات لیے اپنے عہد کے صحابہ کرام کی خدمت میں حاضر ہوئے، ان سے مستفید ہوئے، ان کی نگاہِ کیمیا اثر سے فیض پایا اور خود امام الآئمہ کے مقام ومرتبہ پر فائز ہوئے۔

حضرت الامام نے ہوش سنبھالتے ہی ضروری علم کے حصول کے بعد خرید وفروخت میں مشغولیت اختیار کی، مگر امام شعبی نے آپ کو دیکھا کہ آپ میں ہونہاری اور سعادتمندی ہے۔ آپ کی طبیعت میں ذکاوت وذہانت موجود ہے، گویا:

بالائے سرش ز ہوش مندی
می تافت ستارۂ بلندی

کی کیفیت ملاحظہ کی تو آپ کو کمال علم کے حصول کے لیے رہبری کی۔ آپ نے حصولِ علم میں مشغولیت اختیار کی اور علم کلام میں وہ کمال پیدا کیا کہ آپ اس علم میں مشارٌ الیہ ہوگئے۔ آپ نے دیکھا کہ علم کلام فکر بلند تو رکھتا ہے۔ اس میں جدت وجودت کے امکانات بھی موجود ہیں۔ اس میں تفکر وتخیل کی جولا نگاہ تو بہت وسیع ہے، مگر عمل صالح کا دارومدار تو صرف اور صرف فقہ وحدیث پر ہے۔ چنانچہ آپ نے ان علوم کی طرف توجہ کی۔ آپ کی طبع سلیم اور فکر عمیق نے ان علوم میں بھی کمالات کی طرف رہنمائی کی اور آپ نے

ان علوم کو ترقی دی اور ان کی تدوین و ترتیب، ان کے اصول و فروع کے تعین سے انھیں مکمل اور وسیع علوم بنا دیا۔

حضرت الامام کی اُپج Originality اور تخلیقی جوہر علم کلام میں بھی نمایاں ہوئے تھے اور آپ نے اس علم میں ایسی کتب تصنیف فرمائیں کہ اس علم کا طالب ان تصانیف سے اعتناء کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ علم کلام کو عقائد سے نسبت کی بنا پر فقہ اکبر کہا جاتا ہے۔ حضرت الامام نے علم کلام پر فقہ اکبر کے نام سے ہی ایک تصنیف یادگار چھوڑنے کے علاوہ متعدد دیگر رسائل رقم فرمائے جن پر بحث کا یہ محل نہیں۔

حضرت الامام فقہ میں امام ہی نہیں امام اعظم کا درجہ رکھتے ہیں۔ امام کسی ایسے شخص کو کہا جاتا ہے جو اپنے خلاق ذہن اور عمیق فکر سے کسی علم کے اصول و مبادی طے کرے اور ان اصول و مبادی کی بنا پر اس کے فروع متعین کرے۔ حضرت الامام امت محمدیہ میں پہلے شخص ہیں جنھوں نے فقہ کو باقاعدہ اور باضابطہ ایک علم کا درجہ دیا۔ اس کے اصول و فروع متعین کیے اور اپنی ذہانت و جودت سے اس علم کی وسعتوں کا احاطہ کیا۔ آپ اس لحاظ سے امام ہیں اور امام اعظم اس لیے کہ دوسرے آئمہ مجتہدین نے آپ سے بالواسطہ یا بلاواسطہ استفادہ کیا۔ آپ کے بحر تفکر کے موتی اور مرجان ان آئمہ کے ہاں بھی اپنی تب و تاب دکھا رہے ہیں۔ حضرت الامام کے شاگردوں میں حضرت امام محمد شیبانی رحمہ اللہ بہت اہم اور بہت معروف ہیں۔ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ انھی حضرت والا کے شاگرد تھے اور حضرت امام احمد بن حنبل حضرت امام شافعی کے شاگرد رشید۔ گویا حضرت الامام سے استفادے کا دائرہ دوسرے آئمہ مجتہدین تک وسیع ہے۔

حضرت الامام نے فقہ کا دائرہ تمام زندگی تک وسیع رکھا ہے۔ آپ کے شاگرد حضرت امام محمد شیبانی نے آپ کی فقہ کو مختلف تصانیف میں مدون و مرتب کر دیا ہے۔ آپ کی کتب سے فقہ اسلامی اور حضرت الامام کی فکر کی وسعت کا پتا چلتا ہے۔ انسان یہ دیکھ کر دنگ رہ جاتا ہے کہ مسلمان علماء دوسری صدی ہجری میں قانون بین الاقوام پر بحث کر رہے تھے جب

دوسری دنیا ان باتوں سے مکمل بے خبر تھی۔

حضرت امام محمد کی تصانیف کی تحسین وتصویب میں اہل علم نے بہت کچھ کہا ہے۔ یہ تصانیف حضرت امام ابوحنیفہ کی فقہ پر مشتمل ہیں۔ اس لیے ان کی تحسین بالواسطہ حضرت امام ابو حنیفہ کی تحسین ہے۔ کہتے ہیں کہ ایک احبار نصاریٰ نے بہت سے علماء اسلام سے ملاقات کی تھی اور مسلمان نہ ہوا تھا۔ جب امام محمد نے جامع کبیر کو تصنیف کیا تو وہ اس کا مطالعہ کر کے فوراً مسلمان ہو گیا اور کہا کہ اگر یہ پیغمبری کا دعویٰ کرتے اور معجزہ اس کتاب کو پیش کرتے تو کوئی آپ کا مقابلہ نہ کر سکتا اور سب پر ایمان لازم ہوتا۔

حضرت امام ابوحنیفہ کی فقہ کو تمام عالم میں عزت ووقار حاصل ہے۔ دانایان مشرق و مغرب نے آپ کی فقہ کو خراجِ تحسین پیش کیا۔ ایسے علماء جو خود صاحب مذہب تھے، آپ کی بے حد تحسین کرتے تھے۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ نے ارشاد فرمایا:

> ''جو شخص فقہ کا ارادہ کرے، اس کو امام ابوحنیفہ کے اصحاب کی صحبت اختیار کرنی چاہیے۔ کیونکہ معانی قرآن وحدیث کے انھیں کو میسر ہوئے ہیں اور خدا کی قسم میں امام محمد کی ہی کتابوں سے فقیہ ہوا ہوں۔'' (حدائق الحنفیہ، صفحہ:۱۵۳)

فقہ حنفیہ کو وسعت اور عمق دونوں میسر ہیں۔ حضرت الامام کی نگاہ باریک بیں بھی تھی اور دقیقہ رس بھی۔ آپ قریب اور دور کے معاملات کو یکساں قابلیت اور صلاحیت سے دیکھ سکتے تھے۔ آپ کے مناقب بے شمار ہیں۔ خصوصاً آپ کی فقہ کے حوالے سے تو آپ دنیا بھر کے ممدوح ہیں۔ اس لیے آپ بعض لوگوں کے محسود بھی رہے۔

اس حسد کا نتیجہ ہے کہ آپ کی فقہ میں قیاس کو خصوصی طنز وتشنیع کا ہدف ٹھہرایا گیا۔ کہا گیا کہ دوسرے آئمہ فقہ اہلحدیث تھے جبکہ آپ اہل الرائے۔ یہ درست کہ آپ اہل الرائے بھی تھے اور صائب الرائے بھی، مگر اس کا یہ مفہوم نہیں کہ آپ نص کے مقابلے میں قیاس پر عمل کرتے تھے۔ ایسا کیوں کر ممکن ہو سکتا تھا۔ آپ کا عہد صحابہ کبار رضوان اللہ علیہم

اجمعین کا دور آخر ہونے کے سبب خیر القرون سے قریب تر تھا۔ اس عہد میں حدیث رسول خوشبو کی طرح پھیلی ہوئی تھی۔ پھر آپ کا زمانہ ایسا تھا کہ ایک ہی حدیث کی ایک سے زیادہ سندات سے تائید و تصدیق ممکن تھی۔ یہ دور ایسا تھا کہ ابھی وضع حدیث کے فتنے کو جنم لینے میں ایک مدت باقی تھی۔ اس لیے ایسے زمانے میں نص کے مقابل پر انحصار کرنے کی کوئی وجہ موجود نہ تھی۔ ہاں حضرت الامام کے زمانے میں بھی بعض لوگوں نے اس قسم کی گمراہ کن افواہ پھیلائی، مگر یہ افواہ نہ تب اہل علم کے ہاں بار پا سکی، نہ اب پا سکتی ہے۔

حضرت الامام پر جب بھی یہ الزام عائد کیا گیا، کسی نہ کسی اہل علم اور اہل دانش و بینش نے اس کی تردید و تغلیط کی۔ مسند خوارزمی میں لکھا ہے کہ جب فقیہ مدینہ محدث حضرت عبداللہ بن مبارک حضرت الامام کے حاسدوں کو ان کے حق میں طعن کرتے سنا تو یہ قطع ارشاد فرمایا:

حسد و الفتى اذ لم يناله سعيه
فالقوم اعداء له وخصوم

''لوگوں نے اُس شخص سے حسد کیا، جب وہ اس کی سعی کو نہ پا سکے۔''
پس ایک گروہ اُس کا دشمن اور خصومت رکھنے والے ہیں۔

الضرائر لحسناء قلن لوجهها
حسدوا بعضاً انه بذميم

بعض کو حاسد بنا دیا۔ بے شک وہ لوگ ذمیم ہیں۔

مسند خوارزمی میں ہی لکھا ہے کہ خطیب بغدادی نے حضرت الامام پر جو اعتراض عاید کیے ہیں، اُن میں سے ایک اعتراض یہ ہے کہ آپ حدیث پر عمل کرنے کی بجائے اپنی رائے پر عمل کرتے ہیں، دراصل یہ اعتراض اُس شخص کا ہے جو فقہ سے کچھ بھی نہیں جانتا۔ جو شخص فقہ کی خوشبو سونگھ سکتا ہے وہ اس بات پر یقین رکھتا ہے کہ حضرت الامام اعلم الناس اور متبع حدیث تھے۔ مسند خوارزمی میں اس پر تین دلائل پیش کیے گئے ہیں:

(۱) حضرت الامام حضرت امام شافعی کے برعکس احادیث مراسیل کو بھی حجت جانتے ہیں اور انھیں قیاس پر مقدم رکھتے ہیں۔

(۲) قیاس کی چار اقسام ہیں۔ حضرت الامام صرف ایک قسم کو جائز رکھتے ہیں جبکہ تین کو ترک کرتے ہیں۔ ان کے برعکس حضرت امام شافعی چاروں اقسام کو جائز اور روا رکھتے ہیں۔

(۳) حضرت الامام ضعیف حدیث کے مقابلے پر قیاس کو ترک کرتے ہیں، جبکہ امام شافعی کا عمل اس سے مختلف ہے۔

خطیب بغدادی وغیرہ کو غلط فہمی اس لیے ہوئی جب انھوں نے دیکھا کہ حضرت امام ابوحنیفہ نے بعض احادیث پر عمل نہیں کیا جنھیں امام شافعی نے اخذ کیا تھا۔ اس بنا پر انھیں غلط فہمی ہوئی اور ان کے اعتراضات کو متعصب ذہن کے لوگوں نے خوب شہرت دی۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت الامام نے اگر حضرت امام شافعی کی اخذ کردہ احادیث کو ترک کیا تھا تو انھیں قیاس کی بنا پر نہیں، دوسری احادیث کی بنا پر ترک کیا تھا۔ فقیر محمد جہلمی لکھتے ہیں:

''جب ایسا ہوا کہ جن حدیثوں سے امام شافعی نے دلیل پکڑی ہے، امام ابوحنیفہ نے اُن سے استناد نہیں پکڑا تو لوگوں نے یہ گمان کر لیا کہ امام ابوحنیفہ کا مذہب حدیث کے مخالف ہے، حالانکہ یہاں بہ نسبت اُن کے صحیح تر وقوی تر دیگر احادیث ہیں کہ جن سے امام ابوحنیفہ نے اخذ اور تمسک کیا ہے اور ان کی رو سے احادیث متمسک امام شافعی کو ترک کیا ہے اور امام ابوحنیفہ کی متمسک احادیث اکثر صحیحین میں ہیں اور اس بات کو علماء نے بالتفصیل بیان کیا ہے..... اس بیان کی قوی دلیل یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ کا مذہب اکثر امام احمد کے مذہب (جس کے بنیاد بتمامہ احادیث اور اخذ ظواہر پر ہے) موافق ہے۔'' (حدائق الحنفیہ، صفحہ: ۱۱۸، ۱۱۹)

اجمعین کا دور آخر ہونے کے سبب خیر القرون سے قریب تر تھا۔ اس عہد میں حدیث رسول خوشبو کی طرح پھیلی ہوئی تھی۔ پھر آپ کا زمانہ ایسا تھا کہ ایک ہی حدیث کی ایک سے زیادہ سندات سے تائید و تصدیق ممکن تھی۔ یہ دور ایسا تھا کہ ابھی وضع حدیث کے فتنے کو جنم لینے میں ایک مدت باقی تھی۔ اس لیے ایسے زمانے میں نص کے مقابل پر انحصار کرنے کی کوئی وجہ موجود نہ تھی۔ ہاں حضرت الامام کے زمانے میں بھی بعض لوگوں نے اس قسم کی گمراہ کن افواہ پھیلائی، مگر یہ افواہ نہ تب اہل علم کے ہاں بار پا سکی، نہ اب پا سکتی ہے۔

حضرت الامام پر جب بھی یہ الزام عائد کیا گیا، کسی نہ کسی اہل علم اور اہل دانش و بینش نے اس کی تردید و تغلیط کی۔ مسند خوارزمی میں لکھا ہے کہ جب فقیہ مدینہ محدث حضرت عبداللہ بن مبارک حضرت الامام کے حاسدوں کو ان کے حق میں طعن کرتے سنا تو یہ قطع ارشاد فرمایا:

حسد و الفتى اذ لم يناله سعيه

فالقوم اعداء له وخصوم

''لوگوں نے اُس شخص سے حسد کیا، جب وہ اس کی سعی کو نہ پا سکے۔''

پس ایک گروہ اُس کا دشمن اور خصومت رکھنے والے ہیں۔

الضرائر لحسناء قلن لوجهها

حسدوا بعضاً انه بذميم

بعض کو حاسد بنا دیا۔ بے شک وہ لوگ ذمیم ہیں۔

مسند خوارزمی میں ہی لکھا ہے کہ خطیب بغدادی نے حضرت الامام پر جو اعتراض عاید کیے ہیں، اُن میں سے ایک اعتراض یہ ہے کہ آپ حدیث پر عمل کرنے کی بجائے اپنی رائے پر عمل کرتے ہیں، دراصل یہ اعتراض اُس شخص کا ہے جو فقہ سے کچھ بھی نہیں جانتا۔ جو شخص فقہ کی خوشبو سونگھ سکتا ہے وہ اس بات پر یقین رکھتا ہے کہ حضرت الامام اعلم الناس اور متبع حدیث تھے۔ مسند خوارزمی میں اس پر تین دلائل پیش کیے گئے ہیں:

القرآن حضرت مولانا حسینی علی الوانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے انھیں حدیث ایک نئے اور مختلف انداز میں پڑھائی۔ آپ لکھتے ہیں:

''آپ نے صحاح ستہ نکالیں اور فرمانے لگے ایک ایک مسئلہ میں ان کتابوں کو دیکھو۔ مثلاً باب وضو اور اس کی کیفیت۔ تم سب کتابوں کو اس کے لیے دیکھو کہ اس بارے میں کل روایات کتنی ہیں۔ بخاری میں کتنی، مسلم میں کتنی اور ابو داؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ میں کتنی، پھر ان سب روایات میں کون سے الفاظ ہیں جن پر رواۃ کا اتفاق ہے اور کون سے الفاظ پر رواۃ کا اتفاق نہیں کہ بعض رواۃ یہ الفاظ ذکر کرتے ہیں جبکہ بعض رواۃ دیگر الفاظ دہراتے ہیں۔ اب جن الفاظ پر رواۃ کا اتفاق ہے، وہ مذہب ہے امام ابو حنیفہ کا۔ حضرت شیخ ہدایہ نکالتے کہ دیکھو متن ہدایہ یعنی بدایۃ المبتدی جو قدوری اور جامع صغیر کو اکٹھا کر کے ایک متن بنایا گیا ہے۔ (بقیۃ الآثار من الحیاۃ المستعار، صفحہ ۲۷)

حضرت الامام کے مسلک میں حدیث کو کس قدر اہمیت حاصل ہے۔ اس کا اندازہ موطا امام محمد کی آخری حدیث اور اس پر حضرت امام محمد کے تبصرے سے ہو سکتا ہے۔ حدیث اور تبصرہ دیکھئے اور سوچیے کہ حضرت امام جناب رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کے احکام و فرامین میں موجود اشارات کا کس قدر لحاظ کرتے اور کس طرح احکام رسول و فرامین آنجناب کو مدنظر رکھتے:

''عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ اے مسلمانو تمھاری مدت حیات و بقا دیگر گزشتہ اُمتوں کے مقابلے میں ایسی ہے جیسا کہ عصر کی نماز سے مغرب تک کا وقت۔ گویا تمھاری اور یہود و نصاریٰ کی مثال یوں بیان ہو سکتی ہے کہ ایک شخص نے کسی کام کے لیے چند مزدوروں کو رکھا اور کہا کہ تم میں سے کتنے ایسے ہیں کہ جو صبح سے دو پہر ڈھلنے تک کام کریں اور ایک قیراط لیتے رہیں۔ چنانچہ یہود نے اس کی تعمیل کی۔ اس کے بعد وہ کہنے لگا کہ اب تم میں ایسے کتنے ہیں جو دوپہر ڈھلنے سے عصر کے وقت تک اتنی ایک کام پر رضا مند ہوں۔ اس کو نصاریٰ نے منظور کر لیا۔ پھر اس نے کہا اب کون ہے جو فقط عصر کی نماز سے مغرب تک

حضرت الامام پر ترکِ احادیث کا الزام دراصل وہ بہتان ہے جس کی کوئی اصل نہیں۔ یہ بعض علماء کی غلط فہمی کا نتیجہ ہے اور اس کی شہرت جہلاء کے تعصب اور کینہ کا۔

اگر تحقیق کی نظر اور دل کی بصیرت سے دیکھا جائے تو یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ حضرت الامام کی فقہ تمام کی تمام نصوص پر مبنی ہے۔ حدیث کا جس قدر پاس اور لحاظ فقہ حنفی میں پایا جاتا ہے، کہیں اور کم کم ملے گا۔ یہاں تو اشارات حدیث تک کو مدنظر رکھا جاتا ہے۔

حضرت الامام کو ہمیشہ اس بات پر اصرار رہا کہ قرآن وسنت پر عمل کیا جائے اور صرف حدیث کی عدم موجودگی میں قیاس کیا جائے۔ وہ اکثر قیاس کے مقابلے میں ضعیف حدیث کو بھی قبول کرتے اور قیاس کو ترک کرتے نظر آتے ہیں۔ اس سلسلے میں حضرت عبداللہ بن مبارک کی یہ روایت بہت بامعنی اور مفید ہے کہ آپ نے حضرت سفیان ثوری کو فرماتے سنا:

> ''امام ابوحنیفہ حصول علم میں بہت زیادہ جستجو کرنے والے اور اللہ تعالیٰ کے محرمات سے بچنے والے تھے۔ آپ اس بات میں بہت زیادہ احتیاط کرتے تھے کہ کسی حرام چیز کو حلال قرار دیں۔ اس مقصد کے حصول کے لیے آپ کا طریقہ کار یہ تھا کہ پہلے نمبر پر جو آپ کے استدلال کی بنیاد ہوتی، وہ ایسی حدیث ہوتی جو ثقہ راویوں سے مروی ہو۔ اس کے بعد دوسرا نمبر رسول اللہ کا کوئی عمل جو آپ کو معلوم ہو جاتا اور اگر آپ کو کوئی ایسی حدیث یا عمل رسول صلی اللہ علیہ وسلم نہ ملتا تو آپ دیکھتے کہ علماء کوفہ کا اس بارے میں کیا عمل ہے۔ اس پر اپنی فقہ کی بنیاد رکھتے تھے، کیونکہ علماء کوفہ نے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔''

حضرت الامام کا مسلک کس حد تک حدیثِ رسول سے مطابقت رکھتا ہے، اس سلسلے میں بہت سی مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں۔ یہاں ایک واقعہ کا تذکرہ بہت مفید ہو سکتا ہے۔ حضرت مولانا محمد طاہر پنج پیری رحمہ اللہ اپنا واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ اُن کے استاذ شیخ

عزت واحترام سے یاد کیا اور آپ کے علوم سے استفادہ کیا۔

آپ کو یہ محبوبیت ومرجعیت اس لیے حاصل ہوئی کہ آپ کی ولادت باسعادت کی بشارت خود سید العرب والعجم سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش فرمائی۔ آپ نے فرمایا:

سیکون رجلٌ یقال له النعمان بن ثابت ویکنی بابی حنیفه یحیی دین الله تعالٰی وسنتی

'عنقریب ایک شخص ہوگا کہ نعمان بن ثابت کہا جائے گا۔ اُس کی کنیت ابوحنیفہ ہوگی، وہ اللہ کا دین اور میری سنت کو زندہ کرے گا۔'' (المناقب:۱۲)

اس مفہوم کی احادیث بہت سے صحابہ کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مروی ہیں۔ ان صحابہ کبار میں سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت انس ابن مالک رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ شامل ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ حضرت انس ابن مالک رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا:

السلام علیکم یا صحابی الرسول

تو جواب میں سیدنا انس ابن مالک نے ارشاد فرمایا:

وعلیکم السلام یا بشارة الرسول

اس کے بعد حضرت انس رضی اللہ عنہ نے آپ کو وہ دو کھجوریں عنایت فرمائیں جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو عنایت کی تھیں تا کہ جب آپ کی ملاقات ہو تو یہ کھجوریں ابوحنیفہ کو دی جائیں۔ علماء اُمت نے حضرت امام ابوحنیفہ کو امام بخاری اور امام مسلم کی اس متفق علیہ حدیث کا مصداق بھی ٹھہرایا ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''مجھ کو اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ دین اگر ثریا کے ساتھ معلق ہو جائے گا تو اس کو ضرور ابنائے فارس سے ایک شخص لے آئے گا۔''

کام کرے اور دو دو قیراط اجرت لے لے (اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا) یاد رکھو تم لوگ ہو کہ تم نے عصر سے مغرب تک کام کیا اور دو دو قیراط ملے۔ یہود و نصاریٰ اس پر ناراض ہوئے اور کہا کہ یہ کیا بات ہے کہ ہمارا کام زیادہ اور مزدوری کم ہے۔ اس نے جواب دیا کہ مزدوری تمھاری مقرر کی گئی تھی اس کے دینے میں تو کچھ کمی نہیں کی۔ انھوں نے کہا کہ نہیں۔ اس پر مالک نے جواب دیا۔ پھر اس کے آگے میرا فضل ہے۔ اس میں سے جتنا چاہوں دوں۔

اس روایت کو نقل کر کے امام محمد نے اس پر استدلال کیا کہ عصر کو ذرا تاخیر سے پڑھنا جلدی پڑھنے سے افضل ہے۔ دیکھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں یہ بات بتلا دی کہ ظہر اور عصر کا درمیانی وقت عصر اور مغرب کے درمیان وقت سے زیادہ ہونا چاہیے۔ اب جو شخص عصر میں زیادہ عجلت کرے گا تو اس کے مسلک پر ظہر اور عصر کی نمازوں کا درمیانی وقت عصر اور مغرب کی نمازوں کے درمیانی وقت سے کم ہوگا۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ عصر میں تاخیر ہونی چاہیے، لیکن عصر کی تاخیر اس تعجیل سے اس وقت تک بہتر ہے جب تک سورج سفید اور صاف ہو یعنی زردی بالکل نہ آئی ہو۔ چنانچہ یہی مذہب امام ابوحنیفہ اور ہمارے عام فقہاء رحمہم اللہ کا ہے۔ (مولانا شاہ عبدالعزیز، بستان المحدثین، صفحہ ۴۷)

ہاں البتہ یہ حقیقت ہے کہ حضرت الامام کا معیار حدیث بہت کڑا تھا۔ اگر آپ کے معیار پر صحاح کی احادیث کو جانچا جائے تو ان کی تعداد نصف ہو جائے گی۔ آپ روایت بالمعنیٰ کو تسلیم نہیں کرتے تھے۔ آپ صرف اس حدیث کو تسلیم کرتے تھے جس کے راوی کو سماعت سے روایت تک تمام الفاظ حدیث حفظ رہے ہوں۔ حضرت الامام کو اللہ جل جلالہ نے اُمت مسلمہ میں مقتدا و پیشوا کا مقام عطا فرمایا۔ آپ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی بیش بہا خدمت کی، آپ کی احادیث جمع کیں اور ان سے قوانین اخذ کیے۔ یہ سب کچھ توفیق الٰہی سے میسر آیا۔ آپ کی شخصیت کو یہ محبوبیت قدرت الٰہی کا کرشمہ ہے۔ آپ کی ذات ہر دور میں مرجع خلائق رہی ہے۔ ہر دور کے اہل علم نے آپ کو بے حد

پریشان حال کی غمگساری کرنے والے ہیں اور علمی موشگافیوں میں پھنس جانے والوں کی راہنمائی اور علم کے میدان حیرت میں پریشان لوگوں کو سیدھا راستہ دکھانے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو ایسی توفیق دی گئی ہے کہ اہل علم بھی آپ کی وجہ سے راہ ہدایت حاصل کرتے ہیں۔ حضرت الامام کے متعلق احادیث کا شمار کیا جائے تو وہ تعداد میں بیس ہیں جو متعدد طرق سے روایت کی گئی ہیں۔ انھیں غیر احناف کے طریقے پر دیکھا جائے تو یہ درجہ شہرت میں آ جاتی ہیں۔ ان احادیث کی متعدد اہل علم اور محدثین کرام نے توثیق کی ہے اور انھیں اپنی اسناد متصلہ میں بیان کیا ہے، لہٰذا یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ حضرت امام ابوحنیفہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی اور بشارت کا مصداق تھے۔ آپ سے حضور کے دین کو بیش بہا فائدہ ہوا اور اُمت مسلمہ آپ کی زیر بار احسان ہے۔

حضرت الامام اور سترہ احادیث کا افسانہ:

حضرت الامام کے بارے میں ابن خلدون کی اس روایت کو بعض لوگوں نے بہت شہرت دی ہے کہ اُن سے سترہ احادیث مروی ہیں۔ یہ روایت مولانا صدیق حسن خان قنوجی ثم بھوپالی نے ابجد العلوم میں نقل کی ہے اور وہاں سے اُن کے اتباع نے نقل در نقل کر کے شہرت دی ہے اور بعض جہلاء نے اس پر جاہلانہ حاشیہ آرائی بھی کی ہے۔ محققین تو سترہ کو کاتب کی غلطی ٹھہراتے ہیں۔ ان کے خیال میں مصنف سات سو لکھنا چاہتے تھے، مگر کاتب نے نقل کرتے ہوئے سات سو (سبع ماۃ) کو (سبعہ عشرہ) سترہ بنا دیا۔ دلیل اس دعوے کی یہ ہے کہ سترہ حدیث کا دعویٰ مراد ہوتا ہے تو وہ اُنھیں حدیث میں یقیناً قلیل البضاعت قرار دیتے، مگر ابن خلدون نے حضرت الامام کو مجتہدین فی الحدیث میں شمار کیا ہے۔ نیز اُنھوں نے اُن لوگوں کی سختی سے تردید کی ہے جو حضرت الامام کو حدیث میں قلیل البضاعت خیال کرتے ہیں۔

حضرت الامام سے سترہ احادیث کی روایت عقل اور نقل دونوں کے خلاف ہے۔ اُن سے مروی پندرہ مسانید کے علاوہ ایسی بہت سی کتب احادیث ہیں جن میں آپ سے روایت

جمہور علمائے اُمت اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت امام ابوحنیفہ ہی اس حدیث کا مصداق ہیں اور وہی رجل فارس ہیں جن کے بارے میں سچے خبر دینے والے نے خبر دی کہ اگر ایمان ثریا پہ ہوتو وہ رجل فارس وہاں سے لے آئے گا۔

ذخیرۂ احادیث میں بہت سی احادیث روایت کی گئیں جن کا مصداق حضرت امام ابوحنیفہ کی ذات گرامی بنتی ہے۔اس سلسلے میں بہت سی احادیث نقل کی جاتی ہیں۔اس سلسلے کی صرف دو احادیث ذیل میں نقل کی جاتی ہیں۔

۱۔ حضرت عبداللہ بن مغفل فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علی بن ابی طالب کو فرماتے سنا کہ میں تمہیں ایسے آدمی کے بارے میں آگاہ نہ کروں جو تمہارے اس شہر کوفہ میں پیدا ہوگا اور جس کی کنیت ابوحنیفہ ہوگی اور اس کا دل علم وحکمت سے معمور ہوگا اور آخر زمانے میں ایک قوم انھی کی وجہ سے ہلاکت میں مبتلا ہوگی کیونکہ اس قوم کی خاصیت یہ ہوگی کہ وہ ان کو برے القابات سے اسی طرح یاد کرنے کے عادی ہوں گے جیسے روافض حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی برائی کرنے کی وجہ سے ہلاکت میں مبتلا ہوئے۔

۲۔ حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''عنقریب ایک ایسا شخص پیدا ہوگا جس کا نام نعمان بن ثابت اور کنیت ابوحنیفہ ہوگی وہ اللہ تعالی کے دین اور مری سنت کو زندہ کرے گا۔''

انھی اقوال واحادیث کو مدنظر رکھتے ہوئے حضرت امام جعفر صادق نے آپ سے ملاقات کی تو آپ کو دیکھتے ہی فرمایا:

آپ کو دیکھتے ہی مجھے یوں محسوس ہورہا ہے کہ آپ ہی وہ شخصیت ہیں جو میرے نانا کی سنت کو معدوم ہو جانے کے بعد زندہ کرنے والے ہیں اور ہر مظلوم کی دادرسی اور ہر

یاخذ بما صح عندہ من الاحادیث التی کان یحملھا الثقات باوبالآخر من فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

امام ابوحنیفہ کے نزدیک وہ احادیث صحیح ہوتی تھیں جن کو ثقہ راوی ثقہ راویوں سے روایت کرتے تھے اور اس حدیث کو اپنے عمل کی بنیاد بناتے تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری عمل ہوتا۔

مولانا عبدالجبار غزنوی کا یہ واقعہ بہت اہم ہے اور اکثر ثقہ حضرات نے نقل بھی کیا ہے کہ ایک طالب علم عبدالعلی نامی مولانا عبدالجباری غزنوی کے ہاں پڑھتا تھا۔ اس نے کہیں جوش غیر مقلدیت میں کہہ دیا کہ میں امام ابوحنیفہ سے بڑا عالم ہوں کہ انھیں سترہ حدیثیں یاد تھیں، مجھے اس سے کہیں زیادہ یاد ہیں۔ مولانا عبدالجبار غزنوی کو پتا چلا تو اس طالب علم کو بلایا۔ اسے سر سے پاؤں تک دیکھا اور اسے فوراً مدرسے سے نکل جانے کا حکم صادر فرمایا۔ آپ نے فرمایا ''مجھے یوں لگتا ہے کہ یہ عنقریب مرتد ہو جائے گا۔ چند دن بعد یہ طالب علم (عبدالعلی) مرتد ہو گیا۔ کسی نے مولانا عبدالجبار غزنوی سے پوچھا کہ آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ یہ مرتد ہو جائے گا تو فرمایا مجھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث یاد آ گئی تھی:

من عادلی ولیاً فقد آذفتہ بالحرب

چونکہ حضرت امام ابوحنیفہ ولی اللہ تھے اس لیے اس شخص سے اللہ تعالیٰ کا اعلان جنگ ہو گیا تھا، اس لیے یہ یقینی امر تھا کہ یہ مرتد ہو گا۔

حضرت میاں نذیر حسین دہلوی معیار الحق میں آپ کے متعلق یوں لکھتے ہیں:

امامنا وسیدنا ابو حنیفة النعمان افاض اللّٰہ علیہ شابیب العفو والغفران.

حضرت الامام کے مخالفین کے بارے میں حضرت میاں نذیر حسین کا یہ قول ہمیشہ یاد رکھے جانے کے قابل ہے۔

الناس فی ابی حنفیہ حاسدٌ او جاھل

یعنی حضرت امام ابوحنیفہ کے بارے میں بری رائے رکھنے والے یا تو حاسد ہیں یا جاہل

کی گئی احادیث بکثرت موجود ہیں۔ مثلاً حضرت امام محمد کی موطا، کتاب الآ ثار، کتاب الحج اور سیر کبیر، حضرت امام ابو یوسف کی کتاب الخراج اور امالی نیز مصنف ابن ابی شیبہ، مصنف عبدالرزاق نیز دار قطنی، بیہقی، طحاوی اور حاکم کی تصانیف میں حضرت امام ابو حنیفہ سے بسند متصل بے شمار احادیث موجود ہیں۔ اس پر یہ دعویٰ کہ آپ سے صرف سترہ احادیث منقول ہیں اور اس تحدی سے جیسے یہ دعویٰ حرفِ آخر ہے۔ اس پر یہی کہا جا سکتا ہے:

چشمہ آفتاب را چہ گناہ

حضرت ابن حجر کے بیان کے مطابق حضرت الامام کے چار ہزار مشائخ تھے جن میں سے تین سو کے قریب مشائخ کا تذکرہ مسانید میں ہی موجود ہے۔ اب سترہ احادیث کے افسانے کے بارے میں کیا کہا جائے:

بایں عقل و دانش بباید گریست

کچھ باتیں بدیہات میں سے ہوتی ہیں جن کا انکار ممکن نہیں۔ حضرت الامام نے صحابہ کا زمانہ پایا۔ اُس عہد میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و اعمال سے کون اہل علم ہوگا جو بے خبر ہوگا۔ اگر اُس عہد کے لوگوں، خصوصاً اہل علم کو حدیث میں قلیل البضاعت ثابت کر دیا جائے تو عہد مابعد میں احادیث کا وجود کس قدر غیر معتبر اور غیر مستند ٹھہرتا ہے۔ قابل غور بات ہے کہ سترہ احادیث کے افسانے کا نتیجہ کیا نکلتا ہے اور اس افسانے کا مآل کیا ہے۔

حضرت الامام کے بارے میں غیر مقلدین کی آراء:

بعض علماء جو عدم تقلید کے قائل تھے، مگر منصف مزاج ہونے کے سبب نہ صرف حضرت الامام پر نقد کو ناپسند کرتے تھے، بلکہ ان کے مداح اور عقیدتمند تھے۔ یہ علماء آپ کی عظمت فکر، وسعت علم، جرأت کردار، تقویٰ، للہیت اور تقرب الی اللہ کے قائل تھے۔ اس سلسلے میں چند علماء کے اقوال و واقعات کا ذکر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

غیر مقلد حضرات علامہ شوکانی کے بالواسطہ شاگرد ہیں۔ علامہ شوکانی حضرت الامام کے مخالف تھے، مگر آپ کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتے ہیں:

نے کہا کہ ان آئمہ کے مشائخ کا شمار کرو جس کے زیادہ ہوں گے وہی افضل ہوگا۔ جب ان کے مشائخ گنے گئے تو امام شافعی کے اسی مشائخ تھے اور امام ابوحنیفہ کے چار ہزار مشائخ تھے۔

ایک دفعہ خلیفہ منصور کے سوال کے جواب میں آپ نے ارشاد فرمایا کہ آپ نے اصحاب حضرت عمرؓ بن خطاب سے جو حضرت عمرؓ سے روایت کرتے ہیں، اصحاب حضرت علیؓ سے جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کرتے ہیں اور اصحاب عبداللہؓ بن مسعود اور اصحاب عبداللہ بن عباسؓ سے جو اپنے اپنے صحاب سے روایت کرتے ہیں، علم حاصل کیا۔

بہت سے مشائخ حدیث نے آپ سے حدیث کی روایت کی۔ ان میں عبداللہ بن یزید المقری اور فضل بن دکین نے روایت کی جو امام بخاری کے مشائخ حدیث ہیں۔

شامی میں لکھا ہے کہ ابن حجر نے بعض ائمہ سے روایت کی ہے کہ اسلام کے مشہور ائمہ میں کسی کے اتنے اصحاب اور شاگرد ظاہر نہیں ہوئے جتنے کہ امام ابوحنیفہ کے تھے اور جس قدر علماء وغیرہ نے آپ سے اور آپ کے اصحاب سے تفسیر، احادیث اور مسائل مستنبط اور نوازل وقضایا اور احکام وغیرہ میں فائدہ اُٹھایا ہے اور کسی سے نہیں اٹھایا اور بعض محدثین نے آپ کے ترجمہ میں آپ کے آٹھ سو شاگرد مع اسم ونسب وطول ذکر کے بیان کیے ہیں۔ علاوہ اس کے آپ نے پندرہ مسانید ہیں جن میں حفاظِ حدیث اور ائمہ دین نے آپ کی روایات کو جمع کیا ہے۔ چنانچہ پہلی مسند کو امام حافظ ابومحمد عبداللہ بن محمد بن یعقوب حارثی المعروف بہ عبداللہ استاذ، دوسری کو امام حافظ ابوالقاسم طلحہ بن محمد جعفر شاہد عدل، تیسری کو امام حافظ ابوالحسین محمد بن مظفر بن موسیٰ بن عیسیٰ، چوتھی کو امام حافظ ابونعیم احمد بن عبداللہ بن احمد اصفہانی، پانچویں کو شیخ ثقہ العدل ابوبکر محمد عبدالباقی بن محمد انصاری، چھٹی کو امام حافظ صاحب جرح وتعدیل ابومحمد احمد بن عبداللہ بن عدی جرجانی، ساتویں کو امام حسن بن زیاد لولوی، آٹھویں کو حافظ عمر بن حسن انصاری، نویں کو امام حافظ ابوبکر احمد بن محمد بن خالد کلاعی، دسویں کو حافظ ابوعبداللہ حسین بن محمد عمر بن خسرو بلخی، گیارہویں کو امام ابویوسف، بارہویں کو امام محمد بن حسن شیبانی، تیرہویں کو امام حماد بن ابوحنیفہ، چودہویں کو نیز امام محمد بن

حضرت الامام بطور محدث:

حضرت الامام علم کلام، فقہ اور احادیث میں مرتبہ امامت پر فائز تھے۔ علم الکلام کو آپ نے ابتداء میں مرکز توجہ بنایا اور صاحب تصنیف ہوئے۔ پھر آپ نے فقہ و حدیث پر توجہ کی اور دنیا بھر کے لوگوں کے مرجع بنے۔ آپ کے تابعی ہونے پر علماء اُمت کا اتفاق ہے۔ خطیب بغدادی جو امام صاحب پر نقد کرنے والوں میں معروف ہیں، نے بھی آپ کی رویت صحابہ (زیارت) کا اقرار کیا ہے۔ ہاں روایت سے انکار کیا ہے۔ ان کے برعکس کبار علماء نے روایت اور رویت دونوں کا اقرار کیا ہے۔ یعنی آپ نے صحابہ کو دیکھا بھی تھا اور ان سے روایت بھی کی تھی۔ آپ کے علم حدیث کے متعلق علماء اُمت نے بہت اچھے لفظوں میں آپ کی تحسین فرمائی ہے۔ شامی میں لکھا ہے کہ آپ حدیث میں امام تھے کیونکہ آپ نے علم حدیث چار ہزار مشائخ حدیث سے اخذ کیا تھا۔ ذہبی نے آپ کو حفاظ محدثین میں ذکر کیا ہے۔ ابن حجر نے خیرات الحسان میں لکھا ہے کہ خطیب اسرائیل بن یوسف روایت کرتے ہیں کہ کوئی شخص ان کے حافظ ان احادیث کا جن میں فقاہت ہے اور ان کے منطوق و مفہوم کا اعلم نہ تھا۔ آپ نے حفظ حدیث اور فقہ کو یکجا کر دیا تھا۔ اس سلسلے میں ایک واقعہ ابن حجر نے قلائد میں لکھا ہے کہ محدث اعمش نے آپ سے کچھ مسائل پوچھے۔ آپ نے احادیث سے ان کا جواب دیا۔ اس پر اعمش نے کہا:

''اے گروہ فقہاء تم طبیب ہو اور ہم عطار ہیں۔ یعنی صرف راویوں کے نام اور الفاظ پہچانتے ہیں اور تم ان کے معنی جانتے ہو۔''

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے شرح سفر السعادت میں لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے پاس کئی صندوق تھے جن میں انھوں نے احادیث جمع کر رکھی تھیں اور آپ کے مشائخ صحابہ کے علاوہ تین سو تابعین تھے۔ آپ کے مشائخ چار ہزار تھے اور آپ کی مسند کو روایت کرنے والے پانچ سو تھے۔

ایک دفعہ لوگ اپنے اپنے امام کی فضیلت بیان کر رہے تھے کہ ابوعبداللہ بن ابی حفص

صحابہ کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زیارت اور ان سے روایت:

حضرت امام ابوحنیفہ نے بہت سے صحابہ کرام کی زیارت کی، اس حوالے سے صحابہ کرام کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ مختلف روایات کے ذریعے ذیل کے اسماء گرامی بیان کیے گئے ہیں۔

(۱) حضرت ابوطفیل عامر بن واثلہ دوسی کنعانی رضی اللہ عنہ وفات ۱۲۰ھ

(۲) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ وفات ۹۰ھ، ۹۱ھ، ۹۳ھ (بصرہ) آپ کی حیات میں امام ابوحنیفہ بیس سے زیادہ مرتبہ بصرہ تشریف لے گئے۔

(۳) حضرت جابر بن عبداللہ وفات ۷۸ھ، ۷۹ھ ان کی زیارت ثابت ہے۔

(۴) حضرت سائب بن خلاد بن سوید وفات ۹۱ھ۔

(۵) حضرت سائب بن یزید بن سعید وفات ۹۱ھ، ۹۲ھ، ۹۳ھ

(۶) حضرت سہل بن ساعد، وفات ۹۸

(۷) حضرت عبداللہ بن ابی اوفی، وفات ۸۸ھ

(۸) حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ

(۹) حضرت عبداللہ بسر مازنی رضی اللہ عنہ

(۱۰) حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء الزبیدی رضی اللہ عنہ ۹۳ھ

(۱۱) حضرت عمر بن حریث رضی اللہ عنہ وفات ۸۹۔

(۱۲) حضرت محمود بن الربیع الانصاری رضی اللہ عنہ ۹۹ھ

(۱۳) حضرت محمود بن لبید الاشہلی رضی اللہ عنہ ۹۶ھ

(۱۴) حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ

(۱۵) حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ وفات ۸۶ھ

(۱۶) حضرت برماس بن زیاد الباہلی وفات ۱۰۲ھ

صحابہ کرام کی زیارت اور ان سے روایت کے سلسلے میں مختلف علماء سے مختلف اقوال۔

حسن شیبانی، پندرہویں کو حافظ ابوالقاسم عبداللہ بن محمد بن العوام سعدی کے جمع کیا اور ان سب کو حذفِ اسانید وتکرار احادیث کے امام ابوالمؤید خوارزمی نے مسند خوارزمی المشہور بہ مسند امام اعظم میں جمع کیا۔ مسند خوارزمی میں لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے جن اصحاب نے آپ سے آپ کی مسانید کو روایت کیا ہے وہ پانسو یا اس کے کچھ زیادہ ہے اور درمیان میں ان کے علاوہ مشائخ بھی شامل ہیں جن سے امام شافعی نے اپنی مسند میں جس کو ابوالعباس عمر بن یعقوب اصم میں جمع کیا ہے، روایت کی ہے اور اس میں ان کے کل مشائخ بھی شامل ہیں جن سے امام احمد بن حنبل اور بخاری ومسلم اور ان کے شیوخ نے امام ابوحنیفہ کے اصحاب سے روایت کی ہے انتہی، منقانی مالکی نے شرح مؤطا میں لکھا ہے کہ امام کو ابوحنیفہ سے پانسو یا سات سو یا ایک ہزار اور چند یا ایک ہزار سات سو یا چھ سو چھیا سٹھ احادیث مروی ہوئی ہیں۔

آپ کے بارے میں اہل علم نے عمدہ آراء پیش کیں۔ آپ کے علوم سے استفادہ کیا اور آپ سے منقول علم ودانش کو سرمایہ حیات بنایا۔ آپ کے اصحاب میں اس قدر جلیل القدر علماء اور ائمہ حدیث ہیں کہ زمانہ ان کی مثال پیش کرنے سے عاجز ہے۔ آپ کے کبار شاگردوں میں امام ابو یوسف، امام حماد، امام محمد، امام زفر اور امام عبداللہ بن مبارک شامل ہیں۔ حضرت الامام کے اصحاب کے بارے میں امام طلحہ بن محمد جعفر فرماتے ہیں:

> ''امام اعظم کے اصحاب خود وسعت علم اور بلندیٔ مقام میں سب سے زیادہ معروف تھے اور اپنے زمانے کے سب سے بڑے درجے کے فقیہ تھے۔ ان کے ہم عصر لوگوں میں سے کوئی بھی آپ سے اونچے مقام پر نہ تھا۔''

حضرت الامام کے تلامذہ نے حدیث وفقہ میں دنیا بھر کو مستفید کیا۔ حضرت امام محمد رحمہ اللہ کے بارے میں دنیا بھر کے اہل علم نے ہمیشہ تحسینی کلمات پیش کیے۔ انھوں نے آپ سے کتاب الآثار نقل کی۔ اس طرح حضرت الامام کو آئمہ حدیث پر ہر لحاظ سے تقدم حاصل ہے۔ زمانی اعتبار سے آپ تمام آئمہ فقہ وحدیث سے متقدم تھے ہی، مقام ومرتبہ کے لحاظ سے بھی آپ کی عظمت مقام اور رفعت شان کو محدثین وفقہا نے ہمیشہ تسلیم کیا ہے۔

رہے گا۔ راقم الحروف نے مفتی صاحب کی حوصلہ افزائی کے نتیجے میں یہ چند سطور قلمبند کی ہیں۔ راقم کو اپنی کم علمی کا اعتراف بھی ہے اور ادراک بھی۔ یہ چند سطور یا تو بزرگ علماء کی صحبت کا اثر ہے یا اپنے آباء واجداد کی دعاؤں کا تصدق، وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم۔ اللہ تعالیٰ ان سطور میں موجود کوتاہوں کو معاف فرمائے اور اگر کوئی اچھی بات اُس کی توفیق سے سامنے آئی ہے تو اسے اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔ اس کے اجر میں راقم کے آباء واجداد اور اساتذہ کو شامل فرمائے۔

وما توفیقی الا باللہ

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم

خاکسار امجد علی شاکر

۱۹۲/ای، پی، آئی اے ہاؤسنگ سوسائٹی، لاہور

نقل کیے گئے ہیں۔ حافظ ابن حجر سے دو اقوال نقل ہوئے ہیں جن میں سے ایک میں چار اور ایک قول میں پندرہ صحابہ سے آپ کی رویت یا روایت کی تصدیق کی گئی ہے۔ ان دو اقوال کی تطبیق یوں کی جاتی ہے کہ آپ نے پندرہ کی زیارت کی اور چار سے روایت کی۔

جملہ روایات کو مدنظر رکھ کر قول فیصل یہی سامنے آتا ہے کہ آپ ہر اعتبار سے تابعی کے درجے پر فائز تھے۔ آپ نے صحابہ کرام کی زیارت بھی کی اور ان سے احادیث بھی سنیں۔ یہ احادیث آپ نے انھی صحابہ کے حوالے سے روایت کیں اور جمہور اہل علم نے ان روایات کو قبول بھی کیا اور نقل بھی کیا۔ یہ روایات ذخیرۂ حدیث میں بہت معتبر بھی ہیں اور دین و ایمان کے لیے مفید بھی۔ اہل علم ان سے استفادہ کرتے اور اپنے قلوب و اذہان کو مستنیر کرتے ہیں۔ ہاں بہت سے لوگ جو میاں نذیر حسین کے قول کے مطابق حاسد یا جاہل ہیں، امام ابوحنیفہ سے حسد کے سبب یا جہالت کے سبب ان احادیث رسول سے استفادہ نہ کر سکیں گے۔ حضرت الامام کے اصول حدیث اہل علم کے ہاں ایک عمدہ موضوع ہے۔ راقم الحروف کو استاذِ گرامی قدر حضرت مفتی محمد عیسیٰ خاں گورمانی دامت برکاتہم نے کوثر النبی کا مخطوطہ دکھایا اور بتایا کہ حضرت مولانا عبدالعزیز پرہیاروی رحمہ اللہ نے کوثر النبی میں علماء احناف کے اصولِ حدیث کو بالتفصیل بیان فرمایا ہے۔

ہمارے محترم مولانا مفتی رشید احمد علوی مدظلہ کہ اہل علم بھی ہیں اور صاحب ذوق بھی۔ انھوں نے حضرت امام ابوحنیفہ کے خدماتِ حدیث اور احناف کے اصولِ حدیث کو اپنا موضوع بنایا ہے۔ آپ نے حضرت امام ابوحنیفہ سے روایت کی گئی ان بیس احادیث کو جمع فرمایا ہے جو آپ نے براہِ راست صحابہ کرام سے روایت کی ہیں۔ یہ احادیث، علم، دانش، فکر، نظر، عقیدہ اور عمل صالح کا نور لیے ہوئے ہیں۔ اہل علم ان سے روشنی پائیں گے اور اہل دل محبت کی خوشبو سے دل کی دنیا کو معطر پائیں گے۔ محترم مفتی صاحب ان احادیث کی شرح پر بھی کام کر رہے ہیں۔ ان شاء اللہ یہ کام بہت مفید اور قیمتی ہوگا۔ علمی دنیا میں یہ کام قدر کی نگاہ سے دیکھا جائے گا۔ لوگ اس سے استفادہ کریں گے اور خیر کا عمل مسلسل جاری

حضرت انس بن مالکؓ سے مروی احادیث مبارکہ

آپ کا اسم گرامی حضرت انس بن مالک بن نضر بن ضمضم بن زید بن حرام ہے۔ جب آپ کی عمر مبارک دس برس کی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں مدینہ طیبہ حاضر ہوئے اور اس کے بعد دس سال تک آپ کی صحبت سے فیض یاب ہوتے رہے۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دور خلافت آیا تو آپ کوفہ ہجرت کر گئے تاکہ وہاں کے لوگوں کو دین کی تعلیم سے آشنا فرمائیں اور حضرت انس رضی اللہ عنہ صحابہ کرام میں سوائے حضرت ابوطفیل عامر بن واثلہؓ کے سب سے آخر میں فوت ہوئے۔ جبکہ بصرۃ میں مقیم صحابہ کرامؓ میں آپ کی وفات سب سے آخر میں ہوئی اور آپ کی تاریخ وفات کے بارے میں تین روایات ۹۳ھ، ۹۱ھ، ۹۰ھ منقول ہیں۔ جبکہ وفات کے وقت آپ کی عمر مبارک ۹۹ یا ۱۰۳ برس تھی اور آپ کی اولاد میں لڑکوں کی تعداد (۸۰) اور لڑکیوں کی تعداد (۲) تھی اور آپ کی وفات کے وقت امام ابوحنیفہ کی عمر دس سے تیرہ برس کے درمیان تھی اور اس سلسلے میں حضرت شیخ سیّد محمد انور جیلانی نے اپنی مجلس میں یہ واقعہ سنایا جبکہ اُن کے ساتھ حضرت امام ابو یوسف کے دربار کے جانشین شیخ سیّد صباح احمد ابراہیم الحسینی بھی تشریف فرما تھے اور کافی تعداد میں علماء بھی موجود تھے اور بندہ کو آپ حضرات کی زیارت کا پہلی مرتبہ شرف حاصل ہوا تھا اور بندہ امام صاحب کی مجموعہ الفقہ الاکبر کی دعائے قبولیت کے لیے حاضر ہوا تھا جس میں آپ نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انس بن مالکؓ کو دو کھجوریں دی تھیں اور یہ فرمایا تھا کہ آپ کے پاس کوفہ سے ایک نوجوان آئے گا یہ اس کو دے دینا، ایک مرتبہ امام اعظم حج کے لیے تشریف لے گئے اور بعد میں مسجد نبوی میں

عشرین لأبی حنیفہ

شخص اخلاص کے ساتھ لا الہ الا اللہ کہے وہ جنت میں داخل ہوگا اور یہ کہ اگر تم اللہ تعالیٰ پر اس طرح توکل کرو جس طرح توکل کا حق ہے تو اللہ تعالیٰ تمہیں اس طرح رزق دے گا جیسے پرندوں کو دیتا ہے۔ کیونکہ وہ پرندے صبح خالی پیٹ گھونسلے سے نکلتے ہیں اور شام کو بھرے پیٹ کے ساتھ واپس لوٹتے ہیں۔

نوٹ: اس حدیث مبارکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو باتیں ارشاد فرمائیں ہیں۔

۱- اخلاص کے ساتھ لا الٰہ الا اللہ کہنے کا اجر۔

۲- دوسری بات اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے یا اجر وثواب۔

تشریح وتخریج:

اس حدیث کو المناقب الکردری: ص ۶ المناقب المکی ص ۳۶، ترمذی ۲۳۴۴، ابن ماجہ ۴۱۶۴، کتاب الزہد ص ۱۸ ج ۱، احمد ۲۰۵، ۳۷۱، ۳۷۳، الزہد ص ۱۹۷ ج ۱، مسند ابی یعلی ج ۱ ص ۲۱۲، المستدرک لحاکم ۷۸۹۴، مسند طیالسی ۵۱، ۱۳۹، مسند الشہاب ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، مسند عبد بن حمید حمید ۱۰، بحر الذخار ۳۴۰، شعب الایمان ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، میں نقل کیا ہے اور تمام محدثین نے حضرت عمر بن الخطاب سے روایت کی ہے جبکہ ابن حبان نے ۷۳۰ میں الفاظ میں فرق بیان کیا ہے اور تروح کی بجائے تعود بطانا کے الفاظ اپنی روایت میں نقل کیا ہیں اور معنی سب کا ایک ہی ہے۔

حصولِ علم کی فرضیت

قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْ حَنِیْفَةَ النعمان بن الثابت قَالَ سمعتُ أنسَ بن مَالِكٍ رضی اللّٰه تعالٰی عنه یَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰه علیه وسلّم: طَلَبُ الْعَلْمِ فَرِیْضَةٌ عَلٰی كُلِّ مُسْلِم

حاضری ہوئی۔ اس وقت آپ کی عمر تقریباً سات برس کے قریب تھی۔ حضرت انس بن مالک کے بارے میں معلوم ہونے پر آپ حضرت انسؓ کے قریب تشریف لے گئے اور کہا ''السلام علیکم یا صحابی الرسول'' اے صحابی رسول السلام علیکم! جواب میں حضرت انس بن مالکؓ نے اپنی آنکھوں سے پپوٹے ہٹائے جو عمر کی زیادتی کی وجہ سے لٹکے ہوئے تھے اور دیکھا اور اس کے بعد آپ نے فرمایا ''وعلیکم السلام یا بشارت الرسول'' اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت وعلیکم السلام'' اور اس کے بعد اپنی جیب سے وہ دو کھجوریں جو حضورؐ نے آپ کو دی تھیں نکالیں اور امام صاحب کو دیں جو آپ نے لے کر کھالیں اور اسی تبرک کا نتیجہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے دین کی اہم ترین خدمت تدوین علوم دینیہ آپ سے لی اور یوں آپ دینی علوم کے مدون اوّل بنے۔

حضرت امام اعظم نے طلب علم کے لیے بیس مرتبہ سے زیادہ بصرۃ کا سفر کیا تھا اور وہاں حضرت انس بن مالکؓ سے متعدد مرتبہ ملاقات کی۔ جبکہ حضرت انس بھی بصرۃ میں مقیم تھے۔ یہی وجہ ہے کہ امام صاحب نے سب سے زیادہ احادیث بھی انہی سے روایت کی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک اخلاص کا مقام

عن ابی حنیفة قال لقیت انس بن مالکٍ رضی الله عنه وسمعته یقول قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم من قال لا اله الا الله خالصاً مخلصاً (وفی روایة مخلصاً بها) من قلبه دخل الجنة ولو توکلتم علی اللّٰه حقَّ توکله لرزقتم کما یرزق الطیر تغدو خماصاً وتروح بطانًا.

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں نے حضرت انس بن مالکؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کر کے فرماتے ہوئے سنا کہ جو

نے روایت کیا ہے مگر اس حدیث کی معنوی صحت میں کسی نے کلام نہیں کیا ہے بلکہ اس پر سب کا اتفاق ہے۔ (الفوائد ج ا ص ۱۰۷)

اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص کے اثرات

قَالَ ابوحنیفة سمعت انساً یَقُوْلُ قَالَ: سمعتُ رسولَ اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم مَن قَالَ لا اله الا اللّٰه مُخْلِصًا مِن قَلْبه دَخَلَ الجنَّة وَلَو تَوَكَّلْتُمْ عَلَى اللّٰه حَقَّ تَوَكُّلِهِ لَرُزِقْتُمْ كَما يُرْزَقُ الطَّيْر تَغْدُو خِمَاصًا وَتَرُوْحُ بِطَانًا. (المناقب الکردری ٦)

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہوئے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے دل کی گہرائی اور اخلاص کے ساتھ لا الہ الا اللہ پڑھتا ہے وہ جنت میں داخل ہوگا اور اگر تم اللہ تعالیٰ پر اس طرح توکل کرو جیسے توکل کا حق ہے تو اللہ تعالیٰ تمہیں ایسے طریقے سے رزق دے گا جیسے پرندوں کو رزق دیتا ہے کہ وہ صبح کے وقت گھر سے نکلتے وقت بھوکے ہوتے ہیں اور جب شام کو واپس لوٹتے ہیں تو ان کے پیٹ بھرے ہوئے ہوتے ہیں۔

نوٹ: یہ حدیث، حدیث نمبرا کی مانند ہے لیکن اس مفہوم کی حدیث امام اعظم سے چار انداز سے منقول ہے۔ دو احادیث کے الفاظ ایک جگہ جمع کر کے حدیث نمبرا پر درج کر دی گئی ہے۔ اس میں ایک حدیث کے الفاظ ہیں مخلصاً من قلبہٖ دوسری حدیث کے الفاظ میں خالصا من قلبہٖ تیسری حدیث کے الفاظ ہیں خالصا مخلصاً من قلبہ چوتھی حدیث ہے مخلصاً بها من قلبه تمام احادیث

امام اعظمؒ نے فرمایا کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ
سے سنا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہوئے فرمایا
ہر مسلمان پر علم حاصل کرنا فرض ہے۔

تشریح:

یہ حدیث لفظاً اور معناً بہت معروف اور مشہور ہے اور تمام محدثین نے اپنی اپنی کتابوں میں اس کو نقل کیا ہے اور ہمارے مدارس اور سکولوں کی دیواروں میں بھی لکھا ہوا امام اعظم کی یاد دلاتا ہے۔ علاوہ ازیں اس حدیث کو الموفق المکی ص ۲۸ و ۳۲، و جامع المسانید، اس کو ابن ماجہ نے مقدمۃ ۲۲۰ حضرت انس بن مالک سے ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے "طلب العلم فریضة علی کل مسلم وواضع العلم عند غیر اهله کمقلد الخنازیر الجوهر واللؤلؤ والذهب" امام ابن ماجہ نے ان الفاظ کا اضافہ کیا ہے کہ نااہل کو علم دینے والے شخص کی مثال ایسے ہے جیسے سور کے گلے میں سونے، لولو اور ہیرے کے موتیوں کی مالا ڈالی جائے، اس کے علاوہ اس حدیث کو ابی یعلی نے اپنی مسند ج ۵ ص ۹۶، ۲۲۳، ۲۸۳ میں تین جگہ پر اور طبرانی نے معجم صغیر ص ۳۶، ۵۸، میں دو جگہ پر معجم اوسط ص ۳۳ پر اور معجم کبیر جلد ۱۰ ص ۱۹۵ میں اور مسند شھاب ص ۱۳۵، ۱۳۶ میں دو مرتبہ پر حضرت انس بن مالک سے نقل کیا ہے اور جزء ابن حبان ص ۱۵۸، الفوائد ص ۲۴۸، ۲۸۵ اور المجالس الخمسۃ ص ۶۶، المجلس املاء فی رؤیۃ اللہ ص ۱۱۱۶ اور ابن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث الفوائد ج ۳، ص ۳۱، ۳۳ پر دو مرتبہ ذکر کی گئی ہے۔ جبکہ ابن عباس سے الفوائد ج ۳ ص ۳۲ میں اور اس روایت میں الفاظ ہیں طلب العلم واجب اور اس حدیث کو جزء بنی ص ۸۰ پر نقل کیا گیا ہے اور صاحب العجالۃ فی ۱۱۱ حادیث المسلسلۃ میں فرماتے ہیں، کی اس حدیث کو بے شمار طرق سے نقل کیا ہے اور اس کے باوجود اس حدیث کو امام احمد بن حنبل اور امام بیہقی اس حدیث کو ضعیف کہا ہے جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ کرام کی ایک جماعت نے روایت کیا ہے اور ان میں جابر بن عبداللہؓ، ابن عباسؓ، ابن عمرؓ، ابن مسعودؓ، علی المرتضیٰؓ اور ابوسعید خدریؓ

حنيفة عن علقمة بن المرثد عن سليمان بن بريدةعن ابيه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لرجل اذهب فان الدال على الخير كفاعله (مسند باقي الانصار حديث بريدة) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی سے کہا کہ نیکی کی نشاندہی کرنے والا نیکی کرنے والے کی مانند ہے اور احمد بن حنبل نے نمبر ۱۲۳۲۶، ۲۱۹۴۹، ۲۳۰۷۷، ۲۲۴۱۴ اور ابن حبان ص ۲۸۹ معجم کبیر ص ۹۵۴۵، مسند الشہاب ص ۸۶ اور جزء الف دینار ص ۱۱۴ اور کتاب البر والصلۃ ص ۱۶۴، کتاب الفوائد ۶۴ میں ''كل معروف صدقة'' ہر نیکی صدقہ ہے الفاظ کے اضافے کے ساتھ نقل کیا ہے اور ص ۲۲۲ میں سلیمان بن بریدۃ نے اپنے والد سے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے اور کتاب قضاء الحوائج ص ۳۹ اور العجالۃ فی الاحادیث المسلمۃ ص ۷۱ میں علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے امام مسلم ۱۸۹۳ میں ''من دل على الخير فله مثل اجر فاعله'' کے الفاظ سے اور اسی کو ابوداود ۵۱۲۹، ترمذی ۲۹۷۱ نے نقل کیا ہے اور اس میں ''ولم يشك فيه'' اس میں کوئی شک والی بات نہیں، کے الفاظ زیادہ نقل کیے ہیں۔ یہ حدیث نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے چار صحابہ کرام نے روایت کی ہے جن میں سے عبداللہ بن مسعودؓ کے علاوہ باقی تین انس بن مالکؓ، بریدہؓ اسلمیؓ اور عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ سے حضرت امام اعظم رحمہ اللہ نے روایت کی ہے۔

مظلوم کی دادرسی کا اجر

عن الامام ابو حنيفة سمعت انس بن مالك يَقُوْلُ سمعت رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم يَقُوْلُ اِنَّ اللّٰه تَعَالٰى يُحِبُّ اِغَاثَةَ اللَّهْفَان

امام اعظم رحمۃ اللہ نے فرمایا میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کر کے یہ فرماتے ہوئے سنا اللہ تعالیٰ مظلوم کی دادرسی کرنے والے سے محبت کرتے ہیں۔

میں دونوں باتیں ارشاد فرمائی گئی ہیں۔ پہلی اخلاص کے ساتھ کلمہ پڑھنا اور دوسری بات توکل علی اللہ کی اہمیت اور اس کی افادیت۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان دونوں نعمتوں سے مستفید فرمائے۔

خیر کی نشاندہی اور مظلوم کی مدد

عن ابی حنیفة قال سمعت انس بن مالکؓ یقول سمعتُ رسول اللّٰہ صلی الله علیه وسلم یَقُوْلُ اَالدَّالُ عَلَی الْخَیْرِ کَفَاعِلِهٖ وَاللّٰه یُحِبُّ اِغَاثَةَ اللَّهُفَانَ.

امام اعظم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں نے حضرت انس بن مالک کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے سنا کہ نیک عمل کی نشاندہی کرنے والا خود نیکی کرنے والے کی طرح ہے۔

اس حدیث کو المناقب لمکی ۲۶، مسند خوارزمی ۵۸، والصمیر ی ۴، مسند ابی یعلی ۴۲۹۶ نے انہی الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے اور امام ترمذی نے اسی حدیث کو حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے حدیث نمبر ۲۵۹۴ میں روایت کیا ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ مجھ سے ایک آدمی نے مطالبہ کیا کہ اس کا بوجھ اُٹھوادوں اور میں وہ بوجھ نہیں اُٹھواسکتا تھا اس لیے میں نے ایک دوسرے شخص کو اُس کی طرف متوجہ کردیا جس کے جواب میں نبی علیہ السلام نے فرمایا ان الدّال علی الخیر کفاعله کہ نیکی کی نشان دہی کرنے والا نیکی کرنے والے کی مانند ہے اور امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عبداللہ بن مسعودؓ البدری اور بریدہؓ نے نقل کی ہے اور راقم الحروف کہتا ہے کہ اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عبداللہ بن ابی اوفیؓ نے بھی روایت کیا ہے اور امام اعظم رحمہ اللہ نے یہ روایت حضرت انسؓ سے نقل کی ہے جو متن میں مذکور ہے اور حضرت بریدہؓ والی حدیث امام احمدؒ نے روایت کی اور فرماتے ہیں وقال حدثنا ابو

احادیث کو سامنے رکھتے ہوئے فیصلہ کیا جائے تو یہ مسئلہ اس قدر مختلف فیہ ہوگا جس کا حل ناممکن ہو جائے گا اور اس کی تفصیل جاننے کے لیے ذخیرۂ احادیث کی طرف مراجعت کی جا سکتی ہے۔ ہمارے ائمہ کے ہاں سجدۂ سہو کا طریقہ یہ ہے کہ آدمی جب آخری قعدہ میں بیٹھے تو پوری التحیات مع درود وسلام آخر تک پڑھے اس کے بعد ایک طرف سلام پھیرے اور پھر دو سجدے کرے اور دوبارہ التحیات اوّل سے آخر تک پڑھے اور دوبارہ سلام پھیر دے، یہ مسئلہ جس انداز سے حضرت امام اعظم رحمہ اللہ نے نقل فرمایا ہے کئی محدثین نے اپنی کتب حدیث میں اس مسئلہ کے نقل کرنے میں مطابقت کی ہے۔

(۱) حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے ''ثم سجد سجدتی السهو بعد ما سلم'' پھر آپ نے سلام پھیرنے کے بعد سجدہ سہو کیا اس حدیث کو ابن ماجہ نے ۱۲۰۴، مسلم نے ۸۹۷، ابوداؤد نے ۱۰۱۶، ۱۰۱۷ نقل کیا ہے۔ البتہ نسائی نے ان الفاظ سے نقل کیا ہے۔ ''ثم سلم ثم یسجد سجدتی السهو ثم سلم'' پھر سلام پھیرا اور اس کی موافقت شرح معانی الاثار میں طحاوی نے ص۴۴۲ اور احمد نے مسند ۷۰۰۷، ۷۴۸۶، ۸۶۴۹ میں کی ہے اور بخاری نے اپنی صحیح میں اس کو سات جگہ نقل فرمایا ہے مگر صرف ایک جگہ باب تشبیک الاصابع فی المساجد پر سجدتین کے بعد سلام کا تذکرہ کیا ہے اور اس میں بھی حضرت عمران بن حصینؓ کے حوالے سے جس سے قاری کو یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ شاید یہ حصہ حدیث نہیں ہے بلکہ عمران بن حصینؓ کا قول ہے:

(۲) حضرت عمران بن حصینؓ سے بھی یہ حدیث منقول ہے جس کو ابن ماجہ نسائی نے تین مرتبہ شرح معانی الآثار میں دو مرتبہ نقل کی گئی ہے۔

(۳) حضرت مغیرۃ بن شعبۃؓ اسی کے ہم معنیٰ حدیث نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں ''هكذا صنع بنا رسول الله'' اس کو ترمذی، ابوداؤد، دارمی، مسند احمد نے دو جگہ نقل کیا ہے اور اسی کی تائید میں عبداللہ بن بحینہؓ سے بھی ایک حدیث مروی ہے۔

اس سے یہ بات معلوم ہو جاتی ہے کہ اس مسئلہ کے مذکورہ بالا طریقہ کار پر عمل کرنے

نوٹ: مظلوم کی مدد اور معاونت پر احادیث میں بہت سارے فضائل منقول ہیں۔ انہی میں سے ایک بات مذکورہ حدیث میں بھی موجود ہے جو افکار کا عمدہ نمونہ ہے۔

سجدۂ سہو کا اصل مقام

عن ابی حنیفة قال کان علمائنا کلهم یقولون من سجدتی السهو انهما بعد السلام ویتشهد فیهما ویسلم قال حماد بن ابی سلیمان هکذا یفتی انس بن مالک رضی الله عنه قال ابو حنیفة وسألت انس بن مالک فقال هکذا هو (المناقب لمکی ص۲۶ الضمیر ی ۵)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہمارے سب علماء سجدۂ سہو سلام کے بعد کیے جانے کے قائل تھے اور اس کے بعد تشہد پڑھ کر سلام پھیرا جائے اور حضرت حماد رحم اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ اسی طرح فتویٰ دیا کرتے تھے۔ امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انسؓ سے ملاقات ہونے پر یہ مسئلہ دریافت کیا تو آپ نے اسی طرح جواب دیا کہ پہلے سلام پھیریں پھر دوبارہ تشہد پڑھیں اس کے پورا کرنے کے بعد دوبارہ سلام پھیریں اور یوں اپنی نماز پوری کرلیں۔

سجدۂ سہو کے اصل مقام کی تحقیق

سجدۂ سہو کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال واضح اور بالکل عیاں ہیں مگر اس کو ائمہ حدیث نے کسی خاص ترتیب سے نقل نہیں کیا جس کی وجہ سے یہ مسئلہ متنازع بن گیا ہے۔ یہ طریقہ ائمہ حدیث نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے اور اگر صرف

حضرت عبداللہ بن انیسؓ سے مروی احادیث

آپ کا اسم گرامی عبداللہ بن انیس بن اسعد بن حرام بن حبیب بن مالک بن غنم بن کعب بن نفاثۃ ابن ابان بن یربوع بن برک آپ غزوۂ اُحد سے پہلے اسلام لائے تھے اور اس کے بعد آپ نے غزوۂ احد میں شریک ہونے کا شرف حاصل کیا۔ آپ انصار مہاجرین میں سے تھے۔ ہجرت سے قبل جو وفود مدینہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کے لیے تشریف لاتے ان میں آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عقبات میں ملاقات فرماتے رہے تھے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ انصار کے حلیف قبیلوں میں قبیلہ بنو قضاعہ کی نمایندگی کرنے والے سرداروں میں سے تھے۔ ذیل کی احادیث حضرت امام اعظم ان سے روایت کرتے ہیں۔

جنت کے دروازے پر سونے کی تحریر

وقال ابو حنیفة لقیت عبداللّٰه بن انیس وسمعته یقول قال رسول اللّٰه صلی الله علیه وسلم رأیتُ فی عارض الجنة مکتوباً ثلاثة اسطرٍ بالذهب الاحمر لابماء الذّهب (السّطر الاوّل) لا اله الا الله محمد رسول الله (والسطر الثانی) الامام ضامنٌ والمؤذن مؤتمنٌ فارشد الله الائمة وغفر للمؤذنین (والسطر الثالث) وجدنا ما عملنا، ربحنا ما قدمنا، خسرنا ما خلفنا، قدمنا علی ربٍ غفور (الموفق المکی ص ۳۶)

میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اکیلے نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرنے والی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ایک جماعت ہے۔

کھڑے ہوکر نماز پڑھنے کی فضیلت

عن ابی حنیفة قال رأیتُ انس بن مالکٍ رضی اللّٰه عنه فی المسجد قائمًا یُصلی (المناقب لمکی ص ۲۵)

امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک کو دیکھا آپ مسجد میں کھڑے ہوکر نماز پڑھ رہے تھے۔

حضرت ابوقحافہؓ کا حلیہ مبارک

عن ابی حنیفة عن انس بن مالک رضی اللّٰه عنهما قال کأنّی انظر الی لحیة أبی قحافة کأنّها ضرام عرفج (المناقب لمکی ص ۲۷ الخیری ی د)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ علیہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل فرماتے ہیں: میں نے ابوقحافہ رضی اللہ عنہ کا چہرہ اُن کی داڑھی میں چھپا ہوا دیکھا اور یوں لگتا تھا کہ وہ (Burning tree) سرسبز درخت میں دہکتے ہوئے شعلے کی مانند نظر آ رہے ہیں۔

احوال ہیں اب تم اپنی تمناؤ؟ اتنے میں غیب سے ایک آواز سنائی دی جس کے الفاظ اس طرح تھے۔ وعلیکم السلام جو دنیا میں ہم نے کھالیا تھا وہی اصل نفع تھا جو ہم نے آگے بھیجا تھا۔ وہ ہمیں مل گیا اور جو ہم پیچھے چھوڑ آئے تھے وہ سراسر خسارہ تھا:

محبت کی حقیقت

عن ابی حنیفة رضی الله عنه قال ولدت سنة ثمانین وقدم علینا عبدالله بن انیس صاحب رسول الله صلی الله علیه وسلم الکوفة سنة وفی روایة عام اربع وتسعین ورأیته، وسمعت منه، وانا ابن اربع عشرة سنة سمعته یقول سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم قال حُبُّکَ الشَّیءَ یُعْمِیْ ویُصِمُّ

''امام اعظم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میری ولادت ۸۰ھ میں ہوئی اور صحابی رسول حضرت عبداللہ بن انیس ۹۴ھ میں کوفہ تشریف لائے جہاں مجھے آپ کی زیارت اور آپ سے احادیث نبویہ سننے کا شرف حاصل ہوا اس وقت میری عمر چودہ برس تھی اور میں نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ'' وہ فرما رہے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ تیرا کسی کی محبت میں مبتلا ہونا تجھے اس کے بارے میں اندھا اور بہرہ کر دے گا۔''

یہ حدیث المناقب لمکی ص ۳۰،۳۲ اور جامع المسانید، المناقب لکردری ۱۸، مسند خوارزمی ۵۸ میں منقول ہے اور ابوداؤد کتاب الاداب ۴۴۶۵، مسند احمد مسند الانصار رقم ۲۰۷۰۵، مسند قبائل ۲۶۲۶۸ میں اور سب نے حضرت ابوالدرداء سے روایت کی ہے۔ اگرچہ بعض لوگوں نے اس پر بھی اعتراض کیا ہے کہ امام صاحب کی ملاقات حضرت عبداللہ

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں عبداللہ بن انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملا اور ان کو فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے جنت کے دروازے پر سونے کے پانی کی بجائے سونے کے ساتھ تین سطریں لکھی ہوئی دیکھیں (پہلی سطر) میں لکھا ہوا ہے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ہستی نہیں جس کی عبادت اور فرمانبرداری کی جائے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔

(دوسری سطر) میں لکھا ہوا ہے: ہر امام کو اپنے مقتدیوں کا ضامن بنایا اور ہر موذن کو امین بنایا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ آئمہ کو ہدایت اور موذنوں کی مغفرت نصیب فرمائے۔

(تیسری سطر) میں لکھا ہوا ہے: ہم نے جو عمل کیے ان کو پا لیا اور جو عمل ہم نے آگے بھیجا تھا اس کا نفع نقصان ہمیں مل گیا اور جو پیچھے چھوڑ آئے اس کا خسارہ معلوم ہو گیا اور ہم بخشنے والے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش ہو گئے۔

باقی دو حصے معروف ہیں البتہ تیسرا حصہ کو مندرجہ ذیل کے الفاظ سے ابن حبان نے نقل کیا جس کی تفصیل یہ ہے کہ جب حضرت علیؓ حضرت فاطمہ الزہرا کو دفنانے کے لیے گئے تو قبرستان میں سلام کیا اور کہا:

اسلام علیکم یا اهل البلاء أموالكم قسمت ودور سكت ونسائكم نكحت، فهذا خبر ما عندنا فما خبر ما عندكم، فهتف هاتفٌ من قبرو عليكم السلام ما أكلنا ربحنا وما قدمنا وجدنا وما خلفنا خسرنا (اللغات ج۹ ص۲۳)

السلام علیکم اے مصیبت میں مبتلا لوگو! تمہارے مال تقسیم کر لیے گئے۔ تمہارے گھروں میں سکونت اختیار کر لی گئی۔ تمہاری بیویوں سے نکاح پڑھے جا چکے۔ یہ تو ہمارے

حضرت عبداللہ جزء الزبیدیؓ سے مروی احادیث

آپ کا نام نامی عبداللہ بن الحارث بن جزء ابن عبداللہ بن معد یکرب بن عمرو بن الزبیدی آپ نابینا صحابی تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد مصر میں مقیم ہو گئے اور مصر کے لوگوں نے آپ سے کثرت سے کسب فیض کیا۔ آپ کی وفات مصر میں ۸۷ھ میں ہوئی۔

فضیلت فقہ اور ذوق علم

عن ابی حنیفة قال ولدت سنة ثمانین وحججت مع ابی سنة ست وتسعین وانا ابن ستة عشر سنة (وفی روایة لی ست عشرة سنة) فلما دخلتُ المسجد الحرام رأیتُ حلقة عظیمة بشیخ أجتمع الناس، فقلت لابی حلقة من هذه (وفی روایة من هذا الشیخ؟) (وفی روایة حلقةُ من هذا الرجل؟) قال هذا رجلٌ قد صحب النبی صلی الله علیه وسلم یقال له عبدالله بن حارث بن جزء الزبیدی (وفی روایة حلقة عبدالله بن الحارث بن جزء الزبیدی) فقلت لابی أی شیٍٔ عنده قال أحادیثُ سمعها من النبی صلی الله علیه وسلم قلت قدمنی الیه حتی اسمع منه؟ فتقدم بین یدی فجعل یفرج عن الناس حتی دنوتُ منه فسمعته منه (وفی روایة سمعته یقول) قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول منْ تفقّه فیْ دیْنِ اللّٰهِ کَفَاهُ اللّٰهُ هَمَّهٗ ورزَقَه منْ حَیْثُ لا یحْتسِبُ.

بن انیس سے نہیں ہوئی لیکن سیّد الحفاظ امام الدیمی نے آپ کی ملاقات کو تسلیم کیا ہے اور اس بارے میں امام صاحب کا قول زیادہ راجح اور قابل تقسیم ہے کہ وہ خود فرمارہے ہیں کہ عبداللہ بن انیس ۹۴ھ میں کوفہ تشریف لائے۔

منه، فحملني ابي على عاتقه وذهب بي اليه، فقال ما تريد؟ فقلت اريد ان تحدثني حديثًا سمعته من رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول اعاثة الملهوف فرضٌ على كل مسلمٍ، من تفقه في دين الله لله كفاه الله همه ورزقه من حيث لا يحتسب

ترجمہ: امام اعظمؒ نے فرمایا میں صحابی رسول حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء زبیدیؓ سے ملا میں نے اپنے والد سے عرض کی کہ میں آپؓ سے سننا (سماع کرنا) چاہتا ہوں۔ میرے والد نے مجھے اپنے کندھوں پر اُٹھایا اور مجھے لے کر آپ کے قریب پہنچ گئے۔ مجھے اپنے قریب دیکھ کر آپ نے پوچھا کیا ارادہ ہے؟ میں نے عرض کی کہ آپ مجھے ایسی حدیث بیان فرمائیں جو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بذات خود سنی ہو جس پر آپ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ مظلوم کی دادرسی کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے اور جو شخص دین میں فقاہت حاصل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی ہر مشکل میں اس کو کافی ہو جاتے ہیں اور اسے ایسی جگہ سے رزق دیتے ہیں جہاں سے اس کو گمان بھی نہیں ہوتا۔

اس حدیث پاک کو الموفق المکی بسندہ ص ۳۵ والکردری ۱۲، ۱۳ اور اسی طرح کی ایک حدیث علامہ کردری نے المناقب میں روایت کی جس کے الفاظ اس طرح سے ہیں کہ حضرت حسن نے عمران بن البحیصن سے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہیں کہ آپ نے فرمایا:

من انقطع الى الله كفاه الله كل مؤنة ورزقه من حيث لا يحتسب

یعنی جب کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی طرف ساری دنیا سے منقطع ہو کر متوجہ ہوتا ہے تو اس کی ہر مشکل میں اسے اللہ تعالیٰ کافی ہو جاتے ہیں اور ایسی جگہ سے اس کو رزق دیتے ہیں

امام اعظم فرماتے ہیں کہ میری ولادت ۸۰ھ میں ہوئی اور مجھے ۹۶ھ میں حج بیت اللہ کی سعادت حاصل ہوئی۔ جبکہ اس وقت میری عمر سولہ برس تھی۔ جب میں مسجد حرام میں داخل ہوا تو مسجد میں بہت بڑا مجمع دیکھا۔ میں نے اپنے والد سے پوچھا کہ یہ کس قسم کا مجمع ہے؟ میرے والد نے جواب دیا کہ یہ صحابی رسول حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء زبیدی کی زیارت کرنے والوں کا مجمع ہے جس میں آپ کی زیارت کی غرض سے آپ کے قریب ہوا تو میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ کے دین کی فقاہت اور اس کی سمجھ حاصل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے تمام غموں میں اس کو کافی ہو جاتے ہیں اور اس کو ایسے طریقے سے رزق دیتے ہیں جس سے رزق ملنے کا اس کو وہم و گمان بھی نہیں ہوتا۔

اس حدیث پاک کو الموفق لمکی ۲۵، ۲۹، ۳۳، الکردری ۱۲، اور جامع المسانید مسند خوارزمی ۵۸، الصمیری ۴، تاریخ بغداد ۳۳۲ ج ۴، اور اس میں روایت میں ان الفاظ کا اضافہ ہے کہ ''وانشد ابو حنیفة من قوله

''من طلب العلم للمعاد   فاز بفضل من الرشاد''

کہ امام اعظم اکثر ان کی بات کی وجہ سے اُن کا یہ شعر گنگنایا کرتے تھے جس کا مطلب ہے کہ ''جو شخص آخرت کے پیش نظر علم طلب کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے راہ ہدایت حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔

دین میں دانائی اور مظلوم کی مدد

قال ابو حنیفة لقیتُ عبدالله بن الحارث بن الجزء الزبیدی صاحب رسول الله صلى الله علیه وسلم فقلت ارید ان اسمع

واثلۃ بن الاسقع رضی اللہ عنہ سے مروی احادیث

آپ کا اسم گرامی واثلہ بن الاسقع بن عبدالعزی بن عبدالليل بن ناشب بن غبرۃ ابن سعد بن لیث بن بکر بن عبدمناف بن علی بن کنانہ آپ اس وقت اسلام لائے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ جیش العسرۃ کی تیاری میں مصروف تھے۔ آپؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تین برس خدمت کی اور صفہ کے ذہین اور کل وقتی طلباء کرام میں سے تھے۔ نبی علیہ السلام کی وفات کے بعد آپ وہاں سے شام کے شہر بلاط میں جو دمشق سے تین میل کے فاصلے پر تھا اور وہاں سے آپ بیت المقدس تشریف لے گئے اور وہیں آپ کی ۸۶ھ میں وفات ہوئی۔

مسلمان بھائی کی برائی کرنے کا نتیجہ

عن ابی حنیفة قال سمعت واثلة بن الاسقع رضی الله عنه يقول سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول لا تظهرن شماتة لأخيک فيعافه الله ويبتليک.

امام اعظم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرماتے ہوئے سنا کہ اپنے بھائی کی برائی ظاہر نہ کیا کر، کہیں ایسا نہ ہو اللہ تعالیٰ اُس کو معاف فرما کر کے تجھے اس میں مبتلا کر دے۔

اس حدیث مبارکہ کو الموفق المکی ص ۳۰، ۳۱، ۳۴ و جامع المسانید، مسند خوارزمی ۵۸ میں نقل کیا ہے۔

جہاں سے اس کو اندازہ بھی نہیں ہوتا۔

نوٹ: یہ حدیث بھی الفاظ کے فرق کے ساتھ چار مختلف انداز سے امام اعظم سے منقول ہے۔ گویا یہ ایک حدیث نہیں بلکہ محدثین کے طریقے پر چار احادیث ہیں اور امام ملا علی قاری نے اپنی اربعین میں اس کو چار احادیث ہی شمار کیا ہے لیکن ہم نے فقہاء کا طریقہ اختیار کرتے ہوئے اس کو ایک حدیث نقل کیا ہے۔ لہٰذا یہ بھی تفقہ فی الدین میں ایک مختصر اور عمدہ روایت ہے جو فضائل اور مسائل کی حامل ہے۔ اس کی مزید تفصیل شرح عشرین میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

باقرب من هذه الركعات يعني الصلوات الخمسة

امام اعظم نے فرمایا کہ میں واثلۃ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملا اوران کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا آدمی اللہ تعالیٰ کا جتنا قرب ان پانچ نمازوں کی ادائیگی کے ذریعے حاصل کرسکتا ہے اتنا کسی اور طریقہ سے حاصل کرنے کا گمان بھی نہیں کیا جاسکتا۔

اس حدیث مبارکہ کوالموافق المکی ص ۱۳۶ المناقب للکردری ص۱۳ ابسندہ، اسی طرح کی حدیث جوحضرت میمونہ زوجہ رسول سے مروی ہے آپ سے نقل کرتے ہوئے فرمایا

وما تقرب الی عبدی بمثل اداء فريضتي عليه (الکردری ۱۳)

یعنی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بندے کے میرے قرب آنے کے لیے میری طرف سے فرائض کے ادا کرنے کے علاوہ اس سے اچھا کوئی راستہ نہیں ہے۔

نوٹ: آج کل علم تصوف کو بدنام کرنے والے لوگوں نے عبادات ترک کرنا معرفات کا بلندتر درجہ قرار دیا ہے۔ جبکہ امام اعظم سے نقل شدہ یہ حدیث واضح کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کا سب سے عمدہ ذریعہ فرائض کی ادائیگی ہے اور یہی وجہ ہے کہ اُمت میں روحانی بلندی کی نشانی فرائض میں دلچسپی کو قرار دیا گیا ہے اور جو شخص فرائض سے غافل ہو گویا روحانی طور پر وہ شخص کسی بڑے مقام و مرتبہ کا دعوے دار بننے کا اہل نہیں ہوسکتا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں درست راہنمائی نصیب فرمائے۔

شک کی حقیقت

عن ابی حنیفة قال حدثنی واثلة الاسقع رضی الله عنه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال دع ما یریبک الی ما لا یریبک

امام اعظم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت واثلہ بن الاسقع کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کر کے فرماتے ہوئے سنا کہ جو بات تجھے شک میں ڈالے اس کو چھوڑ دو۔ ایسی باتوں کے ذریعے جو یقینی ہوں۔

نوٹ: یہ حدیث زہد وتقوی کے میدان میں ایک عمدہ سنگ میل کی طرح ہے اور اس پر عمل کر کے بہت سارے مقاصد سے بچا تا ہے اور اس حدیث کی تخریج یوں ہے:

اس حدیث مبارکہ کو الموفق المکی ص ۳۱ و جامع المسانید اسی حدیث کو امام ترمذی نے ۲۵۱۸ اور امام نسائی نے ۵۷۱۱ اور امام داری اور امام طبرانی نے معجم صغیر میں ایک باب کے ترجمہ کے طور پر نقل کیا اور امام حاکم نے مستدرک ۷۰۴۶ میں ان الفاظ کے اضافے کے ساتھ فان الصدق طمائینة و ان الکذب ریبۃ'' ۔ سچائی اطمینان قلبی اور جھوٹ طلبی بے چینی کا باعث ہوتا ہے اور امام عبدالرزاق نے اپنی کتاب المصنف ۲۰۹۳ میں اور دوسرے مقام پر ۲۰۶۱۹ میں ان الفاظ کے فرق کے ساتھ فو الله لا تجد ففقدشی ترکته الله کہ قسم بخدا جو چیز تم اللہ تعالیٰ کے لیے چھوڑ دو گے وہ کبھی تم سے ضائع یا گم نہ ہوگی، کے فرق سے نقل کی ہے۔

فرائض کی اہمیت

قال ابو حنیفة لقیت واثلة بن الا سقع وسمعته یقول قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا یظن احدکم ان یتقرب الی الله تعالی

عبداللہ بن ابی اوفیؓ سے مروی احادیث

آپ کی کنیت اور نام ابوابراہیم عبداللہ بن ابی اوفی علقمہ بن قیس بن خالد ہے۔ آپ ہمیشہ مدینہ میں مقیم رہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کوفہ کی طرف ہجرت کر گئے تھے اور آپ کوفہ میں مقیم صحابہ کی جماعت میں سب سے آخر میں ۸۷ ہجری میں فوت ہوئے تھے جبکہ کوفہ میں مقیم صحابہ کرام میں سے آپ سب سے آخر میں فوت ہونے والے صحابی ہیں اور آپ کی وفات کے وقت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی عمر چھ یا سات سال کی تھی اور ایسے وقت میں بچہ اچھا خاصا سمجھدار ہو جاتا ہے اور اس لحاظ سے آپ کی سماعت اور صحابی رسول کی رؤیت دونوں درست ہیں اور ائمہ اہل سنت کے نزدیک قابل تسلیم ہے۔

تعمیر مساجد کی فضیلت

عن ابی حنیفة قال سمعت عبدالله بن ابی اوفیؓ یقول سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول من بنی لله مسجدًا، ولو کمفحص قطاة بنی الله تبارک وتعالی له بیتًا فی الجنّة.

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن ابی اوفی سے سنا، وہ فرما رہے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے لیے مسجد بناتا ہے اگرچہ وہ کونج کے گھونسلے کی مانند کیوں نہ ہو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں جنت میں گھر بناتے ہیں۔

اور یہ حدیث عوام و خواص میں مشہور و معروف ہے بلکہ زبان زد ہر خاص و عام ہے لیکن افسوس ہے کہ اکثر لوگ اس بات سے آشنا نہیں ہیں کہ یہ حدیث امام اعظم سے مروی ہے۔

نیکی اور بدی کی نشان دہی

قال حدثنا ابو حنیفة قال سمعت عبدالله بن ابی اَوْ فی قال سمعتُ رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول حُبُّک الشَّیٔ یُعْمِی وَیُصِمّ، والدَّالُ عَلَی الْخَیْرِ کَفَاعِلِه، وَالدَّالُ یُعْمِیْ وَیُصِمّ، والدَّالُ عَلَی الْخَیْرِ کَفَاعِلِه، وَالدَّالُ عَلَی الشّر کَمِثْلِه، وَاللّٰه یُحِبُّ اِغَاثَةَ اللّٰهْفَانَ (المناقب الکردری ۱۱)

''امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں نے عبداللہ بن ابی اوفیؓ سے سنا اور وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا'' کہ کسی چیز کی محبت اس کے بارے میں آدمی کو اندھا اور بہرہ کر دیتی ہے اور یہ کہ نیکی کی نشاندہی کرنے والا بذات خود نیکی کرنے والے کی طرح ہے اور برائی کی طرف گائنے والا خود برائی کرنے والے کی طرح ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ مجبور و لاچار کی مدد کرنے کو پسند فرماتے ہیں۔

نیک اور بد عمل کی نشاندہی

قال ابو حنیفة لقیت لَقِیْتُ عبداللّٰه بن أبی اوفی وسمعته یَقُوْلُ قال رَسُوْلُ اللّٰه صلی الله علیه وسلم حُبُّک الشَّیْءَ یُعْمِی ویُصِمّ، اَلدَّال عَلی الْخَیْرِ کفاعِلِه، والدَّال علی الشَّر کَمِثْلِه، انَّ اللّٰه یُحبُّ اِغَاثَةَ الَّلْهفَانَ (الموفق المکی ص ۳۶)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں عبداللہ بن ابی اوفیؓ سے ملا

اس حدیث کوامام الموفق المکی نے المناقب کے ص ۱۳۰ور ۳۴ میں نقل کیا ہےاور جامع المسانید جبکہ مسند خوارزمی ۵۸ میں امام صاحب سے یہ روایت ایک راوی ابو معاویہؒ کے واسطے سے منقول ہےاور ابن حبان نے ۱۶۱۰،۱۱ میں انہی الفاظ کے ساتھ نقل فرمائی ہے۔ ابن ماجہؒ نے کتاب المساجد والجماعت رقم ۷۳۰ میں حضرت جابر بن عبداللہ کے ان الفاظ سے روایت نقل کی ہے کہ

''منْ بني مَسجد اللّٰه كمفحص قطاة او أصغر بنى الله له بيتاً في الجنة''

یعنی جس شخص نے اللہ تعالیٰ کا گھر مسجد بنائی ہوخواہ وہ جانور کے گھونسلے کی مانند ہو یا اس سے بھی چھوٹی ہواللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بنائیں گےاور امام بیہقی نے سنن الکبریٰ ۴۳۹۲ میں جبکہ اس حدیث کواحمد ۴۷۵ والترمذی ۲۹۳ نے ان الفاظ سے نقل کیا ہے:

''من بنى لله مسجدا صغيرا كان او كبيرا بنى الله له بيتا فى الجنة''

جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے لیے مسجد بنائی ہوخواہ چھوٹی ہو یا بڑی اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ جنت میں اس کا گھر بنائیں گےاور امام نسائی ۶۸۱ نے ان الفاظ سے حدیث نقل فرمائی

من بنى لله مسجدًا يذكر الله فى بنى الله له بيتاً فى الجنة

یعنی جس شخص نے اللہ کے لیے مسجد بنائی تا کہ اس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بنائیں گےاور امام ابن ماجہؒ ۷۲۷ نے ان الفاظ سے حدیث نقل فرمائی ''يذكر فيه اسم الله'' کہ اس مسجد میں اللہ کا نام یاد کیا جائے اور امام ابن ماجہ نے ایک اور روایت ۷۲۸ میں یہ الفاظ نقل فرمائے ''بنى الله له مثله'' اللہ تعالیٰ اس کے لیے اسی کی مثل جنت میں گھر بنائے گا اور ایک اور روایت ۷۲۹ میں یہ الفاظ نقل فرمائے ہیں ''من بنى مسجدا من ما له'' اور ایک اور روایت ان الفاظ میں نقل فرمائی ہے:

''من بنى لله مسجداً فان الله يبنى له بيتاً او سع منه فى الجنة''

جس شخص نے اللہ کے لیے مسجد بنائی تو اللہ تعالیٰ جنت میں اس کے لیے اس سے زیادہ وسیع گھر بنائیں گے۔ اس روایت کوامام احمد نے مسند احمد میں ۲۶۳۳۰ پر نقل فرمایا ہے۔

جابر بن عبداللہ الانصاریؓ سے مروی احادیث

آپ کا اسم گرامی جابر بن عبداللہ بن عمرو بن حرام ابن ثعلبۃ بن حرام بن کعب بن غنم بن کعب بن سلمۃ الانصاری آپ والد سمیت بیعت عقبۃ ثانیۃ کے وقت نبی علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تھے اور آپ غزوۂ بدر میں شریک ہونے والے اصحاب میں سے ایک ہیں اور اس کے بعد بارہ معروف غزوات میں آپ نے شمولیت فرمائی تھی۔ آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مصر اور شام کا سفر بھی کیا اور آپ کے والد حضرت عبداللہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ نقباء میں سے تھے۔ آپ ایک زمانہ تک مصر میں مقیم رہے۔ اپنی عمر کے آخری حصے میں مدینہ طیبہ میں تشریف لے آئے تھے اور وہیں پر آپ کی وفات ۷۸ھ میں ہوئی اور آپ کی نماز جنازہ ابان بن عثمان نے پڑھائی تھی۔ بعض لوگ امام صاحبؒ کی حضرت جابر بن عبداللہؓ سے ملاقات نہ ہونے کے قائل ہیں اور ان کی دلیل یہ ہے کہ امام صاحب کی وفات سے ایک یا دو سال پہلے حضرت جابرؓ فوت ہو گئے تھے تو اس صورت میں آپ کی ملاقات ثابت نہیں ہوتی۔

اس کا جواب امام الکردری نے یوں دیا ہے وہ حضرات جن کی رائے امام صاحب کی ولادت کے ۶۰ھ میں ہونے کی ہے ان کے نزدیک تو ملاقات مسلمات میں سے ہے۔ البتہ وہ لوگ جو امام صاحب کی ولادت کا اجماعی قول ۸۰ھ کے قائل وہ اس حدیث کو مرسل تابعی کا درجہ دیتے ہیں اور مرسل تابعی علمائے اصول حدیث کے نزدیک قابل تسلیم ہے۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ خود امام صاحب کا دعویٰ یہ ہے کہ میری ملاقات حضرت جابرؓ سے ہوئی ہے اب اس اعتراض کا حل یوں تلاش کیا جائے کہ جس سے امام صاحب کا دعویٰ

اور ان کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی چیز سے تیرا محبت کرنا اس کے بارے میں تجھے اندھا اور بہرہ کر دے گا اور نیکی کی نشاندہی کرنے والا خود نیکی کرنے والے کی طرح اور برائی کی طرف لگانے والا خود برائی کرنے والے کی طرح ہے اور اللہ تعالیٰ مجبور ولاچار کی مدد کرنے کو بہت پسند فرماتے ہیں۔

نے دونوں کو ایک جگہ جمع کر دیا ہے اور اس حدیث کی تخریج اس طرح ہے کہ

اس حدیث کو الموفق المکی ۲۸، ۳۳ و المناقب لکردری ۱۸ و جامع المسانید، مسند خوارزمی ۵۸ نے نقل کیا ہے اور اس کے ہم معنی احادیث دوسری کتب احادیث میں بھی موجود ہیں۔ بعینہ ان الفاظ کے ساتھ کتب تسعہ میں کوئی حوالہ نہیں ہے۔ البتہ مندرجہ ذیل الفاظ کے ساتھ

"من لزم الاستغفار جعل الله له من كل ضيقٍ مخرجا و من كل هم فرجًا و رزقه من حيث لا يحتسب"

یعنی جو شخص استغفار کو اپنی عادت بناتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی ہر تنگی میں کشادگی اور ہر غم میں آسانی پیدا فرماتے ہیں اور اس کو ایسے طریقے سے رزق دیتے ہیں جس کا اس کو وہم و گمان بھی نہیں ہو سکتا۔ اس حدیث کو ابوداؤد نے کتاب الصلوۃ ۱۲۹۷ میں ابن ماجہ نے کتاب الادب ۳۸۰۹ میں، جزء الامالی المطلقہ ۲۵ عمل الیوم واللیلۃ جزء العمدۃ من الفوائد، جزء الدعاء، جزء الدعاء لابی عاصم وغیرہم نے نقل کیا ہے اور ایک دوسری روایت میں الفاظ اس طرح ہیں "**من اكثر من الاستغفار**" یعنی جو اکثر استغفار کرتا ہے جزء شرح حدیث لبیک، جزء الزہد، ابن مبارک جزء الزہد جلد ۱۲ ابن مبارک مسند احمد ۲۱۲۳، باقی الفاظ جیسے اوپر منقول ہوئے ہیں اسی طرح ہیں۔

اطاعت اور فرمانبرداری کی حقیقت

قال ابو حنيفة لَقِيْتُ جابرَ بن عبدالله الانصارى وسمعته يَقُوْلُ بَايَعْنَا رَسُول اللّٰه صلى الله عليه وسلم عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَالنَّصِيْحَةُ لكُلِّ مُسلِمٍ ومسلمةٍ

"امام اعظم ابوحنیفہ فرماتے ہیں میں حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے ملا اور ان کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ہم نے تین

اپنی جگہ درست ہو جائے اور اجماعی قول پر بھی عمل ہو جائے۔ لہٰذا حضرت جابرؓ کی وفات کا قول محل نظر ہوگا کہ آپ کی وفات ۷۸ھ میں ہوئی یا اس کے بعد اس کے بارے میں ہماری رائے یہ ہے کہ آپؓ کی وفات اس کے بعد ہوئی جو دعویٰ کیا جاتا ہے اور اس وقت تک امام صاحب آپ کی زیارت سے مشرف ہو چکے تھے اور آپ سے حضرت امام صاحب نے دو احادیث سماعت فرمائی ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں۔

استغفار کا فائدہ

قال حدثنا أبو حنيفة عن جابر بن عبداللهؓ قال جآء رجلٌ من الانصار الى النبى صلى الله عليه وسلم فقال له يارسول الله ما رُزِقتُ وَلَداً قطَ ولا وُلِدَلِي، فقَال وَاَيْنَ اَنتَ عَنْ كَثرة الاستِغفَارِ وَالصَّدَقَةِ يُرزق (وفى روايةِ تُرْزق) بهما الولد؟ قالَ: فكان الرّجل يكثر الصدقة ويكثر الاستغفار، قال جابرٌ فولد له تسعةٌ من الذكور.

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے روایت ہے آپ نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے فرمایا کہ قبیلہ انصار کا ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا یارسول اللہ میرے ہاں کبھی کوئی بچہ پیدا نہیں ہوا اور میں بے اولاد ہوں اس کے متعلق کوئی علاج تجویز فرمائیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا وجہ ہے کہ آپ کثرت سے استغفار اور صدقہ کیوں نہیں کرتے؟ حضرت جابر فرماتے ہیں اس کے بعد اس آدمی نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں صدقہ اور استغفار کی کثرت کا معمول بنالیا جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کو نو بیٹے عطا کیے۔

نوٹ۔ یہ حدیث بھی حضرت امام اعظم سے دو طرح سے منقول ہے لیکن ہم

نے کتاب الاطعمۃ ۳۲۱۸ میں اور ابن ماجہ نے کتاب الصید ۱۰۲۲ معجم کبیر اور بیہقی نے سنن الکبری میں انہی الفاظ میں نقل کیا ہے۔

ٹڈی دل کے احکامات

قال ابوحنیفة لقیت عائشة بنت عجرد رضی اللّٰه عنها وسمعتها تقُوْل سمعتُ رسول اللّٰه صلی الله علیه وسلم یَقُوْل اَکْثَرُ جُنْدُ اللّٰه فی الْاَرْضِ اَلْجَرَاد لَا آکله ولا اُحَرِّمُه

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ بنت عمرو رضی اللہ عنہا سے ملا اور ان کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا لشکر جو اس نے زمین پر پیدا کیا ہے وہ ٹڈی دل ہے میں اس کو نہ کھاتا ہوں اور نہ اس کو حرام سمجھتا ہوں۔

ٹڈی دل کی حلت اور حرمت

اس کے بارے میں ائمہ کرام کا اختلاف ہے متن میں جو حدیث بیان ہوئی ہے وہ اس کے بارے میں خاموش ہے کہ یہ حلال ہے یا نہیں؟ البتہ امام بخاریؒ نے اپنی صحیح کی کتاب الصید ۵۰۷۱ جس کا مفہوم یہ ہے کہ

''غزونا مع رسول الله صلی الله علیه وسلم سبع غزوات کنانأ کل الجراد معه''

مسلم نے کتاب الذبائح ۳۶۱۵ ترمذی نے کتاب الاطعمۃ ۱۷۴۴، ۱۷۴۵ نسائی نے کتاب الصید ۴۲۸۱، ۴۲۸۲، ابوداؤد ۳۳۲۷، مسند احمد ۱۸۳۳۴، ۶۱، ۸۶ دارمی نے کتاب الصید ۱۹۲۵ یعنی ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سات غزوات میں شمولیت کی

باتوں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی۔

(پہلی) آپ کی ہر بات دل وجان سے متوجہ ہو کر سنیں گے۔

(دوسری) آپ کے ہر فرمان پر دل وجان سے عمل کریں گے۔

(تیسری) آپ سے حاصل شدہ ہر اچھی بات کا عام مسلمان مردوں عورتوں میں خوب پرچار کریں گے۔

اس حدیث کو الموفق المکی ص ۳۶ نے اپنی اسناد سے اور کئی دوسرے محدثین نے نقل کیا ہے۔ مثلاً بخاری، مسلم، ابوداؤد، سنن المجتبیٰ، مسند احمد، معجم اوسط، معجم کبیر، مسند حمیدی اور اس کے آخر میں الفاظ ''وانصح لكل مسلم کے الفاظ کو ابوداؤد، سنن المجتبیٰ، مسند احمد، سنن کبریٰ، سنن بیہقی، مسند ابی یعلی نے نقل کیا ہے۔

ٹڈی دل کا حکم

قَالَ يحى بن معين ان اباحنيفة صاحب الرأى سمع عائشة بنت عجرد رضى الله عنه تقول قَالَ رسولُ الله صلى الله عليه وسلم أكثرُ جند الله في الارضِ الجراد، لا آكله وفي روايةٍ لا احلّه ولا أحرِّمه

''امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ علیہ صاحب الرائے نے حضرت عائشہ بنت عجرد رضی اللہ عنہا سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا لشکر جو اس نے زمین پر پیدا کیا ہے وہ ٹڈی دل ہے۔ میں اس کو نہ کھانا اچھا سمجھتا اور نہ ہی اس کو حرام قرار دیتا ہوں۔

اس حدیث کو موفق المکی ص ۳۱ و ۳۴ المناقب للکردری ۹۱، و جامع المسانید، مسند خوارزمی ۶۲، اس میں فاطمہ بنت عجرد سے بھی روایت کی ہے۔ عقود الجواہر المنیفۃ باب ما تحل اکلہ ص ۶۸ ج ۲ اور ابوداؤد

حضرت معقل ابن یسار رضی اللہ عنہ سے مروی احادیث مبارکہ

آپ کا اسم گرامی معقل بن یسار بن مُعَبّر بن ابن حُراق ابن لائی آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت رضوان میں بیعت کا شرف حاصل کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دنیا سے رخصت ہونے کے بعد آپ بصرۃ میں جا کر مقیم ہو گئے تھے اور بصرہ میں ایک نہر جو نہر معقل کے نام سے معروف ہے وہ آپ کی طرف ہی منسوب ہے۔ اگر چہ یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ حضرت امام صاحبؒ کی ان سے ملاقات نہیں ہوئی مگر اصولی بات یہ ہے کہ امام صاحبؒ فرما رہے ہیں کہ میں ان سے ملا ہوں اور یہ حدیث سنی ہے اب اگر کوئی آدمی حضرت معقل کی وفات کا تذکرہ اس سے قبل کرتا ہے تو اس کو قبول کرنے میں سوچنا پڑے گا۔ کیونکہ ایک طرف امام صاحب کا دعویٰ ہے ان سے ملاقات کا اور دوسری طرف دعویٰ یہ ہے کہ ان کی وفات پہلے ہوگئی ہے۔ اس میں ہمارا اصول یہ ہونا چاہیے کہ امام صاحب کی حضرت معقلؓ سے ملاقات تو یقیناً ثابت ہے۔ البتہ حضرت معقل رضی اللہ کی وفات کا سال محل نظر ہونا چاہیے۔

امام کردریؒ کی رائے یہ ہے کہ امام صاحب کی ولادت کے بارے میں دوسری رائے یہ ہے کہ آپ کی ولادت باسعادت ۶۰ ھ میں ہوئی ہے اور اگر اس کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو امام صاحب کی حضرت معقلؓ سے ملاقات اور ان سے سماع حدیث ثابت ہو جاتا ہے۔ (از کردری ملخص)

اور ہم ٹڈی دل کھاتے تھے۔

علامہ کردری نے اس بات پر علمائے اُمت کا اتفاق نقل کیا ہے کہ اگر ٹڈی دل کا کاٹ دیا جائے تو وہ بالاتفاق حلال ہو جائے گی (المناقب ۱۹) البتہ اس کے مارنے میں جو اسباب اختیار کیے جائیں اس میں اختلاف پیدا ہو جاتا ہے۔امام مالک کی رائے ہے کہ اس کے جسم کا کوئی حصہ بھی اگر کاٹ دیا جائے تو حلال ہو جائے گی اور سعید بن مسیتب کی رائے ہے کہ جب تک اس کو ذبح نہ کیا جائے یہ مکروہ رہے گی تا کہ وقتیکہ اس کو زندہ پکڑ کر ذبح نہ کرلیا جائے۔

۱- بولے تو سچ بولتا ہے۔

۲- وعدہ کرے تو پورا کرتا ہے۔

۳- اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت نہیں کرتا۔ جبکہ دوسرے حصے میں وہی الفاظ جو اکثر محدثین نے نقل کیے ہیں کہ **علامات المنافق ثلاث** یعنی منافق کے اس نفاق پر تین نشانیاں ہیں۔

۱- بولے تو جھوٹ بولتا ہے۔

۲- وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرتا ہے۔

۳- جب اس کو کوئی چیز یا بات بطور امانت رکھی یا بتائی جائے تو وہ اس میں خیانت کرتا ہے۔

مومن اور منافق کی علامات

وقال ابو حنیفة لقیت معقل بن یسار المزنی وسمعته یقول قال رسول الله صلی الله علیه وسلم علامات المؤمن ثلاث اذا قال صدق، واذا وعد وفی، واذا اؤتمن ادی، وعلامات المنافق ثلاثٌ، اذا قال کذَب، واذا وعد اخلف، اذا اؤتمن خان (المناقب المکی ص٣٦)

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت معقل بن یسار مازنی رضی اللہ عنہ سے ملا اور ان کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ مومن کی تین نشانیاں ہیں (پہلی) جب بولتا ہے تو سچ بولتا ہے (دوسری) جب وعدہ کرتا ہے تو پورا کرتا ہے، (تیسری) جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت نہیں کرتا۔

اور منافق کی تین نشانیاں ہیں (پہلی) جب بولتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے (دوسری جب وعدہ کرتا ہے تو وعدہ خلافی کرتا ہے، (تیسری) جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرتا ہے۔

نوٹ: مذکورہ حدیث اگرچہ اکثر محدثین نے نقل کی ہے لیکن حدیث کا صرف ایک جز نقل کیا ہے اور وہ ہے علامات المنافق ثلاث یعنی منافق کی تین نشانیاں ہیں۔ جبکہ امام اعظم نے یہ مکمل حدیث نقل کی ہے جس میں مومن کی تین نشانیاں اور اس کے بعد منافق کی تین نشانیاں نقل کی ہیں۔ گویا مفہوم کے لحاظ سے یہ حدیث جس کو حضرت امام اعظم نے نقل کیا ہے ایک کامل ومکمل حدیث ہے جس میں پہلے علامات المومن ثلاث یعنی کسی مومن کے مومن ہونے کی تین نشانیاں ہیں۔

آخری کلمات

الحمدللہ اللہ تعالیٰ کا جس قدر اور جتنا شکر ادا کیا جائے کم ہے کہ جس ذات نے نامساعد حالات میں اس عظیم الشان کام کے لائق سمجھ کر اس کو مکمل کرنے کی توفیق نصیب فرمائی۔

اگرچہ یہ کتاب قبل ازیں بھی کافی مرتبہ چھپی ہے لیکن ہنگام زمانہ کی وجہ سے کوئی تبدیلی وترمیم وتصحیح کی ضرورت میسر نہ آسکی لیکن محترم ریاض درانی کا اور پروفیسر امجد شاکر کا تہہ دل سے مشکور ہوں کہ انہوں نے اس رسالہ کو اس کی اہمیت کے پیش نظر نئے اسلوب اور احسن انداز میں خوبصورت اور علمی انداز کے مقدمہ سے مزین فرما کر طبع کرنے کا اہتمام فرمایا۔ اس بات پر مذکورہ صاحبان کو جس قدر داد دی جائے کم ہے۔

آخری بات یہ ہے کہ حضرت نفیس شاہ صاحب رحمۃ اللہ کے حکم سے شایان شان طریقے سے اس کی شرح بھی جاری ہے جو انشاءاللہ جلد ہی زیور طباعت سے مزین ہو جائے گی۔ جس میں ہماری پوری کوشش ہے کہ حدیث کے باب میں ایک عمدہ اضافہ ہوگا۔

شرح کے مقدمہ میں جو چھ فصلیں ہیں ان میں امام اعظم اور علم حدیث کے بعد امام اور علم اصول حدیث خاص طور سے قابل دید ہوگا۔ جس میں حضرت امام اعظم کے نزدیک احادیث کی اقسام اور امام اعظم کے نزدیک صحیح حدیث کی تعریف وغیرہ خاص طور سے قابل دید ہیں۔

علاوہ ازیں امام اعظم نے جن صحابہ کرام کی زیارت کی ہے ان کے مفصل حالات مذکور ہیں۔ امام اعظم کے بارہ میں اغیار کا کیا کہنا ہے؟ امام اعظم کے بارہ میں حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا بشارتیں دی ہیں۔ اگرچہ ان کے بارہ میں ہمارے اپنے علماء

شرح عشرين لأبى حنيفه

امام اعظم کی صحابہ کرام سے سماعت کردہ احادیث کی مستند شرح جو مندرجہ ذیل مسائل میں دوسری کتب سے مستغنی کر دے۔

اور دوسرے علماء یہ کہہ کر بات ختم کر دیتے ہیں کہ یہ موضوع نہیں لیکن اُمت کے مسلمہ فقہاء اور محققین اور محدثین کی آراء نقل کی گئی ہے۔

مزید یہ کہ اس میں ہر ایک حدیث سے مستنبط ہونے والے احکامات، فضائل اور ضروری مسائل اس میں درج کیے گئے ہیں جو تمام کے تمام مسلمہ اور محققہ ماخذات سے منقول ہے۔

ان شاء اللہ جلد ہی وہ بھی ہدیہ قارئین ہوگی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو راستہ حضرت امام اعظم کے ذریعہ منقول ہے اس پر قائم رکھے اور اس بارے میں ہر قسم کی کجی، ضلال اور ہر قسم کی گمراہی سے محفوظ فرمائے۔

این دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

واخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمیں

زینب

031[redacted] 6918146




جمعیۃ پبلیکیشنز